ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
18 تا 24 اکتوبر 2001ء

☆ صدراوران کے ساتھی ہوش کے ناخن لیں! (اداریہ)
☆ جعفر از بنگال، صادق از دکن اور.....از پاکستان (تجزیہ)
☆ طالبان کی امداد و نصرت کے تین ممکنہ راستے! (دعوتِ فکر)

سورۃ المائدہ کی آیات ۵۱، ۵۲ کی رُو سے

اللہ کا حتمی فتویٰ!

''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست (اور مددگار) نہ بناؤ (اصل میں) وہ خود ہی ایک دوسرے کے دوست (اور پشت پناہ) ہیں! تو تم میں سے جو کوئی بھی انہیں دوست بنائے گا وہ (اللہ کے نزدیک) ان ہی میں سے شمار ہوگا۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو (زبردستی) ہدایت نہیں دیتا ٥ تو تم دیکھتے ہو کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ (نفاق) ہے وہ ان ہی کی خوشنودی کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی بڑی مصیبت نازل نہ ہو جائے۔ تو امید ہے کہ اللہ (اہل ایمان کو) فتح دے دے یا کوئی اور ایسا معاملہ ظاہر کر دے کہ جس پر یہ لوگ اس چیز پر نادم ہو کر رہ جائیں جو وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں!'' ٥

واضح رہے کہ ان آیاتِ مبارکہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کے موجودہ گٹھ جوڑ کا ذکر ہے، گویا یہ ایک پیشین گوئی تھی، ورنہ نزولِ قرآن کے وقت کی صورتحال تو سورۂ مائدہ ہی کی آیت ۸۲ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ: ''تم یقیناً اہل ایمان کی دشمنی میں سب سے شدید تو پاؤ گے یہودیوں اور مشرکوں کو جبکہ اہل ایمان سے محبت میں قریب ترین پاؤ گے انہیں جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لئے کہ ان میں علمائے حق بھی موجود ہیں اور راہب بھی اور وہ تکبر سے کام نہیں لیتے!''......وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ!

خاکسار **اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی

(مذکورہ بالا عبارت اخباری اشتہار کی صورت میں روزنامہ ''نوائے وقت'' میں (بتاریخ ۱۴ / ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء) شائع کرائی گئی)

سورۃ البقرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ○ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○﴾ (آیات: ۴۴ تا ۴۷)

”کیا تم لوگوں کو تو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو؟ حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور استعانت پکڑو صبر اور نماز سے اور یقیناً یہ (نماز) بڑی بھاری گزرتی ہے سوائے ان لوگوں پر جن کے دل میں خشوع ہے جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب سے ملاقات کرنی ہے اور ان سب کو اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔ اے یعقوب (علیہ السلام) کی اولاد! میرے اس انعام کو یاد کرو جو میں نے تو تم پر کیا اور میں نے تو تمہیں تمام دنیا پر فضیلت دی تھی۔“

یہاں خطاب بنی اسرائیل اور بالخصوص ان کے علماء سے ہے۔ ان کے کردار میں موجود اس تضاد کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ تم عوام الناس کو تو خیر اور نیکی کی بابت بہت وعظ و نصیحت کرتے ہو لیکن اپنے آپ کو اس سے علیحدہ رکھتے ہو۔ کیا اچھے کاموں کی تلقین صرف دوسروں کے لئے ہے اور تم خود اس سے مستثنیٰ ہو! حالانکہ تم کلام الٰہی کا مطالعہ کرتے ہو۔ آخر تم سمجھ بوجھ اور فہم و ادراک کا راستہ کیوں اختیار نہیں کرتے؟ حق کی راہ میں جو مشکلات پیش آتی ہیں اور اسے قبول کرنے کے نتیجے میں اپنے قریبی رشتہ داروں اور احباب سے قطع تعلقی کی جو صورت پیدا ہوتی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لئے صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کو کہا جا رہا ہے کہ اس راہ کے مشکل مراحل میں یہی تمہارا اصل سرمایہ سفر ہیں لیکن ساتھ ہی اس حقیقت کا تذکرہ بھی کر دیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا خود اپنی جگہ آسان نہیں ہے۔ نماز کی پابندی صرف انہی لوگوں کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتی جو اپنے قلب کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی عاجزی کرتے ہیں اور جنہیں یہ یقین ہے کہ ایک دن ایسا آئے گا جب وہ اپنے رب کے حضور روبرو کھڑے ہوں گے۔

یہاں بنی اسرائیل سے خطاب پر مشتمل دس رکوعوں میں سے پہلا رکوع مکمل ہوتا ہے۔ سات آیات (۴۰ تا ۴۶) پر مشتمل اس رکوع کا مرکزی مضمون دعوت ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ جس طرح سورۃ الفاتحہ کی سات آیات پورے قرآن مجید کے لئے ایک تمہید کی حیثیت رکھتی ہیں اسی طرح یہ سات آیات بنی اسرائیل سے خطاب کے ضمن میں بمنزلہ فاتحہ ہیں جن میں تلقین و نصیحت کے پیرائے میں انہیں اس قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔ اس کے بعد کے نو رکوعوں میں ملامت کا رنگ نمایاں ہے اور بنی اسرائیل کے غلط کاموں اور ان کی اعتقادی و عملی خرابیوں کا ذکر ہے۔ ایک طرح سے یہ ایک فرد جرم ہے جو ان پر عائد کی جا رہی ہے کیونکہ اب انہیں معزول کرنا مقصود ہے۔

آل یعقوبؑ کو دنیا کی دوسری اقوام پر جو فضیلت اور فوقیت عطا کی گئی تھی چھٹے رکوع کی پہلی آیت میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اللہ کا سب سے بڑا انعام بنی اسرائیل پر یہ ہوا کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ان کی نسل میں مسلسل جاری رکھا۔ انہیں جو فضیلت عطا ہوئی وہ حامل تورات ہونے اور توحید پر قائم رہنے کی وجہ سے تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ پوری دنیا میں شرک کی بہت سی مکروہ صورتیں رائج ہونے کے باوجود بنی اسرائیل موحد رہے ہیں اور ان کے ہاں شرک کبھی پنپ نہیں سکا ہے۔ تھوڑے سے عرصہ کے لئے کچھ لوگوں نے حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تھا لیکن بحیثیت مجموعی یہ قوم اعتقادی اعتبار سے توحید پر قائم رہی ہے۔

☆ ☆ ☆

چوہدری رحمت اللہ بٹر

قرض کا وبال

فرمان نبوی

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ یَّلْقَاهُ عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَائِرِ الَّتِیْ نَهَی اللّٰهُ عَنْهَا اَنْ یَّمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَهٗ قَضَاءً)) [ابوداؤد]

حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے (جیسے شرک، قتل انسان، سود وغیرہ) سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اس حال میں مرے کہ اس پر قرض ہو اور اس کی ادائیگی کا سامان چھوڑ نہ گیا ہو۔

انسان کو زندگی میں اگرچہ اس سے مفر نہیں ہے کہ اسے قرض لینا پڑتا ہے لیکن قرض کی ادائیگی کے لئے انسان کا پختہ ارادہ اور انتہائی کوشش ہونی چاہئے کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ قرض واپس نہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک اور فرمان رسول ﷺ کے مطابق مومن بندہ کی روح اس کے قرض کی وجہ سے اس وقت تک معلق رہتی ہے جب تک قرض کی ادائیگی نہ کر دی جائے۔ شہید فی سبیل اللہ کے تمام گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔ آج مسلمان کس طرح مختلف ذرائع سے کارپوریشنیں اور کمپنیاں بنا کر لوگوں کا مال ہڑپ کر رہے ہیں حالانکہ یہ اموال بھی اصل میں تو ان پر قرض ہی ہوتے ہیں۔ قرض خواہ کو بھی انفرادی معاملات میں یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ اگر کوئی مقروض بھائی واقعی تنگی میں ہے تو اول تو اسے قرض معاف کر دے یا پھر اسے مہلت دے۔ اگر معاف کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا اور مہلت دینے والے کے لئے اس کا مال ہر دن کے عوض صدقہ قرار پائے گا۔ نبی اکرم ﷺ بھی اگر مقروض کا قرض ادا نہ ہو تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے غنائم کا سلسلہ شروع کیا اور بیت المال میں آمد شروع ہوئی تو ایسے اشخاص کا قرض خود ادا کر دیتے تھے جو واقعی ادا کرنے کے قابل نہ ہوں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور
ندائے خلافت

جلد 10 شمارہ 39
18 تا 24 اکتوبر 2001ء
(یکم تا ۷ شعبان ۱۴۲۲ھ)

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: فرقان دانش خراسانی

معاونین: مرزا ایوب بیگ ' سردار اعوان
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: اسعد احمد مختار ' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 03-5869501 فیکس: 5834000
E-Mail:anjuman@tanzeem.org
Website:www.tanzeem.org

قیمت فی شمارہ: 5 روپے
سالانہ زر تعاون:
اندرون ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان:
☆ یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ
...... 1500 روپے
☆ امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ
...... 2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر پرویز مشرف اور ان کے ساتھی ہوش کے ناخن لیں!

''درحقیقت ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو تاریخ عالم ایک فیصلہ کن موڑ مڑ چکی ہے' جس کا ادراک اور شعور صرف قرآن حکیم اور حدیث رسول ﷺ کی روشنی ہی میں کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ الفاظ قرآنی ﴿کُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ﴾ (المائدہ:۶۴) کے مطابق یہودیوں نے اس عالمی صلیبی جنگ کی آگ بھڑکا دی ہے جسے فلاڈلفیا (امریکہ) سے شائع ہونے والے اسرائیل نواز عیسائیوں کے رسالے ''ٹرمپٹ'' (Trumpet) کی اگست ۲۰۰۱ء کی اشاعت میں ''آخری صلیبی جنگ'' کا نام دیا گیا ہے۔

ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھ رہی ہے کہ افغانستان پر امریکہ اور برطانیہ — جو یہودیوں کے سب سے بڑے آلۂ کار عیسائیوں یعنی ''وہائٹ اینگلو سیکسن پراٹسٹنٹس'' (WASP) کے سرخیل ہیں کی وحشیانہ بمباری سے صرف ملت اسلامیہ پاکستان ہی نہیں پوری عالمی امت مسلمہ کے جذبات میں اشتعال بڑھتا چلا جا رہا ہے — اور اگرچہ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو عوامی جذبات کا آتش فشاں پھٹ کر کیا تباہی لائے گا' تاہم اتنی بات اظہر من الشمس ہے کہ مسلمان ممالک کی مغرب نواز حکومتوں اور عامۃ المسلمین میں خلیج بڑھتی جا رہی ہے' اور اگر بات آگے بڑھی تو یہ حکومتیں عوامی سیلاب کے آگے خس و خاشاک کے مانند بہہ جائیں گی!

خود پاکستان میں ۱۵ر اکتوبر کی ملک گیر ہڑتال اور عوامی مظاہروں سے حکومت کی آنکھوں پر ''دس پندرہ فیصد'' کی جو پٹی بندھی ہوئی ہے' وہ اب اتر جانی چاہئے۔ عوامی تحریکوں کے آغاز میں عوام کی اکثریت ہمیشہ ''خاموش'' ہی ہوا کرتی ہے۔ لیکن جیسے جیسے کوئی ایسی بات آگے بڑھتی ہے جس کا گہرا تعلق عوام کے احساسات و جذبات کے ساتھ ہوتا ہے تو عوام متحرک ہوتے چلے جاتے ہیں — چونکہ احادیث رسول ﷺ میں جنگوں (ملاحم) کے جس سلسلے کا ذکر ہے اس کے ضمن میں پاکستان اور افغانستان کو فیصلہ کن کردار ادا کرنا ہے لہٰذا پاکستان میں عدم استحکام کسی صورت میں پیدا نہیں ہونا چاہئے — اور اس کی ایک ہی صورت ممکن ہے کہ حکومت وقت عوام کے جذبات و احساسات کے بارے میں صحیح اندازے قائم کر کے ان کے مطابق راہ عمل طے کرے تاکہ آنے والے خوفناک حالات کا مقابلہ پاکستان کے عوام اور حکومت اور عام شہری اور فوجی سب ایک بنیان مرصوص کی صورت میں کر سکیں — وما علینا الا البلاغ!''

مذکورہ بالا سطور جن میں حکومت پاکستان کے لئے ایک انتباہی پیغام بھی مضمر ہے اور تلقین و نصیحت بھی' دراصل اس تحریری بیان پر مشتمل ہیں جو امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ' نے ۱۶ر اکتوبر کو قومی اخبارات کے نام ارسال کیا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ پاکستانی حکومت اور عوام کے درمیان حائل خلیج روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہی ہے — بظاہر امریکہ کی مرضی کے علی الرغم قائم ہونے والی صدر پرویز مشرف کی حکومت جنہیں بعد ازاں ایک امریکی ذمہ دار شخصیت نے ''آخری امید'' قرار دیا تھا' اب بتدریج اس مقام تک پہنچ چکی ہے جہاں ہمارے بعض سابق سویلین اور فوجی حکمران بھی پہنچے تھے اور عوامی حمایت سے محروم ہو کر نفرت کا نشان بن گئے تھے — اب صدر مشرف کی حکومت کا برقرار رہنا امریکی صدر بش کے عطا کردہ مینڈیٹ پر منحصر ہے اور وہ پورے طور پر امریکہ کے آگے سربسجود ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ کولن پاول انہیں ثبات قدمی بخشنے اور ان کی پیٹھ تھپکنے کے لئے کشاں کشاں پاکستان تشریف لائے تھے اور اب اپنا مشن مکمل کر کے واپس جا چکے ہیں۔ اس بہت بڑے شر سے اگر یہ خیر برآمد ہو جائے کہ ہمارے ملک کی دینی جماعتیں اور دینی طبقات خواب غفلت سے بیدار ہو کر باہم متحد ہو جائیں اور طالبان کی اسلامی حکومت کی بھرپور حمایت کے ساتھ ساتھ پاکستان میں نفاذ شریعت کی مبارک جدوجہد کے لئے بھرپور طور پر سرگرم عمل ہو جائیں تو یہ ہرگز خسارے کا سودا نہ ہوگا۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

رائے عامہ کے اظہار پر پابندی لگانے سے ہنگامہ آرائی کی فضا پیدا ہوگی اور ملک کمزور ہوگا

کسی خطے کے صدر مقام سمیت ۹۵ فی صد حصے پر قائم حکومت کو تسلیم نہ کرنا ظلم اور ناانصافی کی انتہا ہے

افغانستان اور اس کی اسلامی حکومت کی حفاظت ہمارے ایمان کا تقاضا اور جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے

پاکستان کی موجودہ حکومت کی طالبان سے طوطا چشمی تاریخ میں انتہائی ذلت کے ساتھ یاد رکھی جائے گی

مسلمانوں کے مقابلے میں یہود و نصاریٰ سے دوستی کو ترجیح دے کر قرآن مجید کے احکام کی واضح نفی کی گئی ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۲/اکتوبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا!

اس وقت ہمارا سرکاری میڈیا ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر مذاکرات و تقاریر اور مباحثوں کے ذریعے افغانستان کی طالبان حکومت کے خلاف نہایت زہریلا پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ یعنی سی این این اور کسی حد تک بی بی سی پھر بھی کچھ معتدل باتیں کہہ رہے ہیں اور کسی حد تک تصویر کے دونوں رُخ پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ہمارا معاملہ بالکل برعکس ہے' ہم شاید اُدھار کھائے بیٹھے ہیں کہ تصویر کا ایک رُخ دکھائیں گے اور دوسرا رخ بالکل عوام کے سامنے نہیں آنے دیں گے۔ جبکہ حق و انصاف کی بات یہ ہے کہ اگرچہ حالات کے جبر کے باعث تا حال افغانستان عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق مثالی اسلامی ریاست تو نہیں بن سکا' تاہم حکومت طالبان ایک خالص اسلامی حکومت کی کم از کم شرائط کو بہر حال پورا کرتی ہے۔ لہٰذا اس کی حفاظت اور استحکام کے لئے ہر نوع کی عملی' مالی اور اخلاقی مدد ہر صاحب ایمان کے ایمان کا لازمی تقاضا اور جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔ اگر اس وقت مسلمانانِ پاکستان نے برادر اسلامی ملک افغانستان کا ساتھ نہ دیا تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی سزا کے طور پر اللہ کا غضب ہم پر نازل ہو جائے' تا آں کہ ع "تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں" والی صورت پیدا ہو جائے۔

میں نے یہ جو بات کہی ہے کہ افغانستان ایک مثالی اسلامی ریاست تا حال نہیں بن سکا' اس کی وضاحت ضروری ہے۔ یعنی نظامِ خلافت کا آج کے دور میں جو مثالی نقشہ سامنے آنا چاہئے تھا' تا حال وہ نہیں آ سکا۔ اس کی وجہ حالات کا جبر ہے۔ ایک حکومت جسے کہ کا سانس لینے کا موقع دیا ہی نہیں گیا ہے' عالمی سطح پر اس کے خلاف مسلسل ریشہ دوانیاں ہو رہی ہیں اور وہ مسلسل ہنگامی حالات سے دوچار ہے' اسی کا نتیجہ ہے کہ پانچ سال گزرنے کے باوجود افغانستان ایک "مثالی اسلامی ریاست" نہیں بن سکا ہے' تاہم واضح رہنا چاہئے کہ طالبان حکومت اپنی جگہ خالص اسلامی حکومت ہے۔

ایک جدید ریاست کے تین بنیادی ستون ہوتے ہیں۔ ایک انتظامیہ جسے ہم حکومت کہتے ہیں۔ دوسرا مقننہ یعنی قانون ساز ادارہ اور تیسرا استون عدلیہ کہلاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ افغانستان میں تا حال کسی مقننہ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ اسلامی حکومت میں مقننہ سے کیا مراد ہے! دراصل اسلامی فقہ' خاص طور پر فقہ حنفی' کئی صدیوں پہلے مرتب ہوئی تھی۔ زمانے کے حالات بہت بدل گئے ہیں۔ ان بدلے ہوئے حالات کے تحت اجتہاد لازم ہے۔ لیکن اجتہاد کا دروازہ ہمارے ہاں بند رہا ہے' کیونکہ مسلمان حکومت کے اندر وہ نظام چل ہی نہیں رہا تھا۔ اجتہاد کا مطلب ہے کہ نئی قانون سازی کرنی پڑے گی جو کتاب و سنت سے متصادم نہ ہو۔ گویا مباحات کے دائرے کے اندر قانون سازی کی جائے گی۔ اس ضمن میں قرآن مجید میں جامع ترین آیت سورۃ الحجرات کی پہلی آیت ہے: "اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول سے آگے مت بڑھو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو' اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے"۔ ایک دائرہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کا دائرہ ہے' اس دائرے کے اندر ﴿أَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ کے تحت مشورے سے معاملات طے کئے جاسکتے ہیں۔ قانون بنایا جا سکتا ہے۔ اجتہاد ہو سکتا ہے۔ لیکن جن معاملات میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے واضح احکام موجود ہوں وہاں قانون سازی نہیں ہو سکتی۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرض کیجئے ہمارے ہاں کوئی دعوت ہے' کچھ مہمان آ رہے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہیں کون سا مشروب پیش کیا جائے۔ ایک بات تو طے ہے کہ شراب نہیں پیش کی جا سکتی کیونکہ وہ کتاب و سنت کی رو سے حرام ہے۔ البتہ آپ انہیں شربت روح افزا دیں' ملک شیک یا کوئی اور شربت دے دیں۔ یہ آپ کے اختیار میں ہے۔ یہ بھی حلال' وہ بھی مباح۔ زیادہ ہی بحث ہو جائے تو گنتی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً گھر کے اگر بارہ افراد ہیں' زیادہ افراد کے مشورے کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے اکثریت کے ووٹ کا بھی ایک مقام ہے۔ لیکن اکثریت کا ووٹ تو درکنار ۱۰۰ فی صد ووٹ بھی شراب کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے حرام ہے۔ جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام آ گئے' ان کی پابندی لازم ہو گی۔ چنانچہ دورِ حاضر میں ایک اسلامی ریاست کے لئے مقننہ کی ضرورت ہو گی۔ جیسے علامہ اقبال نے اپنے لیکچرز میں کہا کہ دور حاضر میں اجتہاد مقننہ کرے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسمبلی کے اندر بیٹھے ہوئے علماء جو فیصلہ کر دیں گے وہ حرف آخر ہو گا۔ بلکہ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ شریعت کے مطابق اپنی رائے پیش کرے۔ لیکن کس کی رائے قانون کا درجہ اختیار کر کے نافذ ہو گی' یہ فیصلہ مقننہ کرے گی۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہے تو اسے عدالت کے دروازے پر جانے کا حق حاصل ہو گا کہ یہ فیصلہ جو مقننہ نے کیا ہے وہ کتاب و سنت کے منافی ہے' مجھے موقع دیا جائے کہ میں ثابت کروں۔ اب عدالت میں علماء آئیں اور دیگر ماہرین قانون بھی آئیں۔ عدالت تمام معاملات پر غور کر کے فیصلہ دے کہ کس کا موقف صحیح ہے۔ یہ ہے اصل میں اسلامی ریاست کا دستوری ڈھانچہ۔ تاہم افغانستان میں مقننہ کا تا حال وجود نہیں ہے۔ اور اس بات کو طالبان کی قیادت بھی تسلیم کرتی ہے' انہیں بھی اس کمی کا احساس ہے۔

اسی طرح عہد حاضر کی ریاست کو بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری کرنی پڑے گی۔ بڑی بڑی ملیں لگانا پڑیں گی۔

کارخانے لگانا پڑیں گے۔ یا تو یہ طے کیا جائے کہ وہ سب سرکاری ہوں گے تو یہ معاملہ کمیونزم سے قریب تر پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس کے اندر عوام کی شمولیت بھی ہو تو کسی بنیاد پر ہی کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے دین میں دو چیزیں ہیں۔ ایک تو شراکت یا پھر مضاربت۔ ایک اور شکل اجارہ کی بھی ہے۔ تاہم ان تینوں کی بنیاد پر ایک بینکنگ سسٹم کا بنانا بھی لازم ہو جائے گا۔ لیکن افغانستان کے پاس پیسہ ہی نہیں ہے کہ وہ ان مسائل کی طرف توجہ دے سکے۔ مثالی اسلامی ریاست کا ایک امتیازی وصف کفالت عامہ ہوتا ہے۔ وہاں کوئی بھکاری نظر نہیں آنا چاہئے۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ اگر دجلہ وفرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر ذمہ دار ہوگا' یہاں تک کہ وہ غیر مسلم ذمی جو بوڑھے ہو جائیں اور ان کی آمدن کا کوئی ذریعہ نہ ہو' ان کی کفالت بھی اسلامی ریاست کے ذمہ ہوگی۔ اب ظاہر بات ہے ایسی حالت افغانستان میں تا حال تو نہیں ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت کے قیام کے باوجود مثالی اسلامی ریاست قائم کیوں نہیں ہو سکی۔ اس میں اصل قصور طالبان کا نہیں' غیروں کا ہے۔ دراصل جیسے ہی افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہوئی' ساری دنیا اس پر ٹوٹ پڑی۔ پورا عالم کفر اسلامی نظام کی برکات سے خوفزدہ ہے' جیسا اقبال نے اپنی نظم ''ابلیس کی مجلس شوریٰ'' میں کہا ہے کہ :

عصر حاضر کے تقاضوں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

یہ دراصل شیطان کہہ رہا ہے کہ زمانے کا جو رخ ہے' تاریخ جدھر جا رہی ہے' اس سے مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ دنیا بالآخر شرع محمدیؐ سے روشناس ہو جائے گی۔ اور پھر میرا تو دیوالیہ نکل جائے گا۔ وہ شرع پیغمبر کیا ہے:۔

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امین
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں

امریکہ آج بغلیں بجا رہا ہے کہ کمیونزم کے ختم ہونے کے بعد ہمارا سیکولر جمہوری سرمایہ دارانہ نظام ہی سب سے اعلیٰ نظام ہے' ہم تاریخ انسانی کی آخری معراج پر ہم پہنچ گئے ہیں۔ انہیں دراصل یہ خوف ہے کہ اگر اسلامی نظام سامنے آ گیا تو ان کا نظام زمین بوس ہو جائے گا اور نوع انسانی اس کی طرف لپکے گی اور اس کو قبول کر لے گی۔ یہ تو ہمارا بھی مشاہدہ ہے کہ اس سرمایہ دارانہ نظام نے ذرا ایک قدم آگے بڑھانا چاہا گلوبلائزیشن کی طرف تو خود مغرب میں اس کے خلاف سخت ردعمل ظاہر ہوا۔ دراصل یہ سرمایہ داری نظام اپنی آخری سرحدوں کو پہنچنا چاہتا ہے' جس کے خلاف اب ردعمل پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن اس نظام کے علمبرداروں نے جو اسے پوری دنیا پر مسلط کرنا چاہتے ہیں جب دیکھا کہ ابھی تو افغانستان میں صرف اسلامی حکومت کی داغ بیل پڑی ہے' صرف کتاب وسنت کی بالادستی آئی ہے' اگر واقعی پورا اسلامی نظام آ گیا' پورا ریاستی ڈھانچہ' پورا سیاسی اور معاشی نظام اگر اسلام کے اصولوں کے مطابق تشکیل پا گیا تو کیا ہوگا۔ آپ کو معلوم ہے ڈاکٹر جاوید اقبال کوئی مولوی نہیں ہیں۔ وہ ملا ازم کے شدید مخالف ہیں' ہمیشہ سیکولرازم کی تائید کرتے رہے۔ لیکن حال ہی میں وہ افغانستان گئے' وہاں چند دن رہے تو واپس آ کر کہا کہ جو نظام وہاں قائم ہوا ہے اگر چند اور اسلامی ملکوں میں قائم ہو جائے تو پوری دنیا مسلمان ہو جائے گی۔ بہرحال یہ بات ہمیں تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ وہ مثالی اسلامی ریاست' خلافت کا مکمل نظام جو پوری دنیا کے لئے روشنی کا مینار بن سکے وہاں ابھی نہیں آیا ہے۔ لیکن اس کا اصل جرم کس کے ذمہ ہے؟ اس کا سب سے بڑا مجرم اقوام متحدہ کا ادارہ ہے۔ ذرا ملاحظہ کیجئے کہ ایک حکومت نہ صرف چھ سال سے افغانستان کے ۹۵ فیصد رقبہ پر قائم ہے بلکہ صدر مقام کابل پر بھی اس کا تسلط ہے اور اس نے پورے ملک میں امن وامان قائم کیا ہے لیکن اسے اقوام متحدہ کا ممبر نہیں بنایا گیا۔ عالمی سطح پر اس سے بڑا ظلم' اس سے بڑی ناانصافی کوئی نہ ہوگی! پانچ یا دس فیصد علاقے پر قابض شمالی اتحاد کا نمائندہ اقوام متحدہ میں بیٹھا ہے!! یہ درحقیقت وہ ظلم عظیم ہو عالمی سطح پر ہوا ہے۔

جہاں تک اسلامی حکومت کی شرائط کا تعلق ہے' افغانستان کی طالبان حکومت نے انہیں صدفی صد پورا کیا ہے۔ وہ شرائط کیا ہیں؟ اللہ کی حاکمیت کا نفاذ اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام کی کامل بالادستی۔ جیسا کہ سورۃ النساء کی آیت ہے ''اے اہل ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر کی''۔

یہاں اطیعوا کا لفظ تیسری مرتبہ نہیں آیا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت مستقل ہے لیکن اولی الامر کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تابع ہے۔ اس دائرے کے اندر اندر تو امیر کا حکم مانیں گے ورنہ ''نہ سنیں گے نہ مانیں گے''۔ یہ صورت حال افغانستان کی طالبان حکومت پر صد فیصد صادق آتی ہے یعنی انہوں نے کوئی Exception نہیں رکھی ہے۔ انہوں نے اللہ کی حاکمیت کو عملاً تسلیم ہی نہیں کیا' قائم کر کے بھی دکھایا ہے۔ قرآن وسنت کی ایک مخصوص تعبیر یعنی فقہ حنفی کو انہوں نے بلا استثنا نافذ کر کے دکھایا ہے۔ چنانچہ یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہاں ایک خالص اسلامی حکومت قائم ہے۔ اگرچہ یہ کہنا کہ وہاں خلافت راشدہ کا نظام قائم ہو گیا ہے' درست نہ ہوگا' وہ صورت ابھی نہیں ہے۔ انہیں کام کرنے ہی نہیں دیا گیا۔

تاہم افغانستان کی طالبان حکومت اسلامی نظام کی کم از کم شرائط کو یقیناً پورا کر رہی ہے۔ چنانچہ اس کی حفاظت اور استحکام کے لئے ہر نوع کی عملی اور مالی مدد ہر صاحب ایمان کے ایمان کا عملی مظاہرہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔

پہلے تو صرف شمالی اتحاد ان کا مخالف تھا' اب تو دنیا کی واحد سپر پاور سامنے آ گئی ہے۔ برطانیہ' امریکہ' نیٹو اور نہ معلوم کون کون اس اتحاد میں شامل ہے۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ کہ ہماری حکومت بھی اس میں پیش پیش ہے۔ تاریخ کے اندر ہمارا یہ دور بہت ہی ذلت اور خواری کے طور پر جانا جائے گا۔ ہم نے یہ فیصلہ خودداری اور عزت نفس کے بالکل منافی کیا ہے۔ ایک اسلامی حکومت کے ساتھ وفاداری' اس کی حفاظت ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اس پر حملہ پورے عالم اسلام پر حملہ متصور ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں عجیب وغریب دلیلیں دی گئی ہیں' صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ کو موجودہ حالات پر غلط طور سے منطبق کیا گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ حضور ﷺ نے ایک وقت میں کفار مکہ سے صلح کی اور ایک وقت میں یہودیوں سے کی۔ اس اعتبار سے کفار کے ساتھ صلح کرنا جائز ہے' لیکن یہ صلح ہرگز کسی مسلمان ملک کے خلاف نہیں تھی۔ جبکہ یہاں آپ جو صلح کر رہے ہیں وہ تو ایک ایسے مسلمان ملک کے خلاف کر رہے ہیں جہاں ایک خالص اسلامی حکومت قائم ہے۔ حضور ﷺ نے یہود سے بھی معاہدے کئے' مشرکین مکہ سے بھی کئے لیکن وہ سب عارضی نوعیت کے تھے۔ صدر مشرف کو اور ان کی تقریروں کا سکرپٹ لکھنے والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید میں جو آخری طویل سورت نازل ہوئی ہے' وہ سورۃ التوبہ ہے۔ اس میں آخری اور حتمی احکام آئے ہیں۔ چنانچہ پہلی ہی آیت میں اعلان کر دیا گیا کہ مسلمانوں نے آج تک مشرکین سے جتنے معاہدے کئے ہیں وہ سب کالعدم ہو گئے۔ فرمایا: ''جب یہ چار مہینے کی مہلت ختم ہو جائے تو اے مسلمانو! قتل عام کرو ان مشرکین کا جہاں بھی پاؤ انہیں!'' یہ ہے مشرکین عرب کے بارے میں قرآن کا فائنل حکم۔ اگرچہ اس قتل عام کی نوبت نہیں آئی۔ تمام مشرک یا تو ایمان لے آئے' یا پھر سرزمین عرب چھوڑ کر اطراف میں نکل گئے۔ لیکن آخری حکم بہرحال یہی ہے۔ اسی طرح یہود ونصاریٰ کے بارے میں آخری حکم بھی سورۃ التوبہ میں آیا ہے: ''اے مسلمانو! جنگ کرو ان اہل کتاب سے کہ جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں' نہ یوم آخر پر' اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے' اور نہ دین حق کو قبول کرنے کو تیار ہیں' ان سے جنگ کرو' یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دینے کو تیار ہو جائیں اور چھوٹے بن کر رہیں''۔ یعنی اسلام کی بالادستی کو قبول کر

لیں۔ یہ چارٹر ہے ہمیشہ کے لئے قرآن کا۔ مسلمان میں طاقت نہ ہو تو اور بات ہے طاقت ہو تو چارٹر یہی ہے۔ اس آخری حکم کو منسوخ کرنے والی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔

اہل کتاب سے تعلقات کے بارے میں سورۃ المائدہ کی یہ آیت بہت اہم ہے: ''اے اہل ایمان! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے دوست (اولیاء) نہ بناؤ'' یہاں پر لفظ ''اولیاء'' کو بھی دیکھ لیجئے۔ ایک ظاہری یا کاروباری تعلقات ہوتے ہیں۔ کسی کے ساتھ آپ اچھا سلوک اور خوش خلقی کے ساتھ بات کریں تو یہ اور بات ہے۔ لیکن ایک ہے دلی محبت اور باہمی پشت پناہی کا معاملہ کہ میں تمہارا پشت پناہ اور تم میرے پشت پناہ' میں تمہارا مددگار اور تم میرے مددگار' یہ ہے نسبت ولایت! اور اس طرح کی باہمی پشت پناہی از روئے قرآن یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہرگز جائز نہیں۔ چنانچہ آگے فرمایا: ''یہ خود ایک دوسرے کے دوست ہیں۔'' یہ آیت دراصل آج کے حالات پر منطبق ہوتی ہے۔ پوری عیسائی دنیا آج درحقیقت یہودیوں کی آلہ کار بن چکی ہے۔ اس کے بعد فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی بھی ان کی دوستی اور پشت پناہی اختیار کرے گا وہ انہی میں سے شمار ہوگا'' اس سے زیادہ واضح الفاظ اور کیا ہوں گے کہ وہ پھر درحقیقت مسلمان نہیں رہے گا۔ مزید فرمایا: ''اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا''۔ ہدایت ایسی شے نہیں ہے جو راستے میں پڑی ہوئی مل جائے۔ وہ تو آدمی کو طلب کرنی پڑتی ہے' اس کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ اس بارے میں قرآن کا فیصلہ ہے: ''جو لوگ ہمارے راستے کے لئے جہاد (جدوجہد اور کوشش) کرتے ہیں انہیں ہم راستہ دکھاتے ہیں۔'' بہرحال آگے فرمایا ''تو تم دیکھتے ہو ان کو جن کے دلوں میں روگ ہے کہ وہ یہودیوں اور نصرانیوں میں گھسنے اور ان سے روابط بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں ہم پر کوئی بہت بڑی مصیبت نہ نازل ہو جائے۔''

غور کیجئے کہ کیا اس وقت صد فی صد یہ تصویر ہماری نہیں ہے۔ صدر مشرف نے جو تقریر کی تھی' اس میں یہی کہا تھا کہ اگر ہم ساتھ نہیں دیتے تو بہت نقصان ہو جائے گا' ہمیں تو ہر صورت امریکہ کا ساتھ دینا پڑے گا۔ گویا حق و صداقت' عدل و انصاف' غیرت و حمیت سب کو بالائے طاق رکھ کر ہمیں تو بس اپنا بچاؤ کرنا ہے۔ بہرحال اس وقت جو نئی صورت حال سامنے ہے' وہ یہ ہے کہ پورے عالم اسلام میں عوام ایک طرف ہیں اور حکمران دوسری طرف۔ امریکہ کے اقدامات کے آگے O.I.C کی حیثیت اب Oh, I see ہوگئی ہے۔ اجلاس بھی وقت سے پہلے ختم ہو گیا۔ مسلمان ممالک کے حکمرانوں کا یہی رویہ ہے جس کے باعث عوام اور حکمرانوں کے درمیان خلیج پیدا ہو رہی ہے۔

اس کے بڑے دُور رس نتائج نکلیں گے۔

درحقیقت قرب قیامت کے وہ حالات و واقعات جن کا ذکر میں گزشتہ آٹھ دس سال سے کر رہا ہوں' شروع ہو چکے ہیں۔ یہ یوم القیامہ کوئی ایک شے نہیں ہے۔ اللہ کا یوم بہت لمبا ہوتا ہے۔ درحقیقت یوم قیامت شروع ہو چکا ہے۔ قیامت کی علامات صغریٰ سامنے آ چکی ہیں۔ حدیث جبریل میں حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''تم دیکھو گے کہ وہ لوگ جو پاؤں سے ننگے رہتے تھے اور جن کے بدن پر پورے کپڑے نہیں ہوتے تھے' بھیڑیں بکریاں چرانے والے وہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔'' آج ابوظہبی' دبئی' سعودی عرب میں کتنی اونچی اونچی عمارتیں بن رہی ہیں۔ ان کے بنانے والے کون لوگ ہیں؟ وہی جن کے پاس پچاس سال پہلے کھانے کو دانے نہیں تھے۔ پاؤں میں جوتے تھے نہ بدن پہ کپڑے۔ نہایت مفلوک الحال لوگ تھے۔ تیل کو دریافت ہوئے کتنا عرصہ ہوا ہے! اسی عرصے میں یہ سڑکیں اور بلند و بالا عمارات بن گئی ہیں۔ تو درحقیقت وہ علامات آ چکی ہیں۔ اب تو علامت کبریٰ کا وقت شروع ہو رہا ہے۔ مسلمان عوام اور ان کے حکمرانوں کے مابین جو کشمکش چل رہی ہے' اس سے حالات تیزی کے ساتھ بدلیں گے اور سب سے زیادہ شدت کے ساتھ یہ خلیج پاکستان میں پیدا ہوگی۔ خاص طور پر پختون بیلٹ ہماری نہایت حساس ہے۔ وہاں لوگوں کے پاس اسلحہ بھی ہے اور وہاں قبائل آزاد بھی ہیں۔ مالاکنڈ میرے نزدیک خراسان کا حصہ ہے۔ ہمارے شمالی علاقہ جات دراصل پرانے خراسان کا حصہ ہیں لیکن اصل خراسان جو ہے وہ افغانستان ہے۔ علامہ شکیب ارسلان کے ایک قول کے مطابق ''کوہ ہمالیہ اور کوہ ہندوکش کے درمیان آباد قوم میں ایمان کی حرارت باقی رہے گی' چاہے دنیائے اسلام میں ہر جگہ اسلام کی نبض ڈوب جائے''۔ یہ علاقہ اگر جاگ اٹھا تو پھر ان سے سنبھالے نہیں سنبھلے گا۔ ستر اسی ہزار کے جلوس تو وہاں مولانا صوفی محمد نکالتے رہے ہیں۔ اب تو معاملہ اس سے بہت آگے کا ہے۔ لہٰذا ہماری حکومت کو عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔ ایک طرف صدر بش کہہ رہے ہیں کہ ہم نے پاکستان کو شارٹ ایکشن کی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی جبکہ صدر مشرف کہہ رہے ہیں کہ کارروائی مختصر مدت کے لئے ہوگی۔ امریکہ کہتا ہے ہو سکتا ہے کہ سال دو سال کی بات ہو۔ گویا یہ مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہے۔ اگر ہماری حکومت امریکہ سے تعاون نہ کرتی تو آج عالمی صورت حال مختلف ہوتی۔ نہ صرف کئی مسلمان ممالک ہماری حمایت کرتے بلکہ چین بھی ہماری پشت پر ہوتا اور امریکہ کو اس خطے میں فوجی کارروائی کرنے سے پہلے کئی مرتبہ سوچنا پڑتا۔ بہرحال اب افغانستان پر امریکی حملوں کی صورت میں اسلام کے خلاف ایک بہت بڑی صلیبی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے' جس کا اصل معرکہ مشرق وسطیٰ میں گرم ہوگا۔ لہٰذا ہر صاحب ایمان فرد کا فرض بنتا ہے کہ اسلام کی حفاظت کے لئے اس جنگ میں بھرپور حصہ لے اور کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ کرے۔ تاہم میں مظاہرین سے اپیل کروں گا کہ وہ توڑ پھوڑ سے گریز کریں۔ دوسری طرف حکومت کو بھی مظاہرین پر تشدد سے اجتناب کرنا چاہئے اور رائے عامہ کے اظہار پر بندش نہیں لگانی چاہئے کیونکہ اس صورت میں پاکستان میں ہنگامہ آرائی کی فضا پیدا ہوگی اور ملک کمزور ہوگا جبکہ دشمنانِ اسلام کی سب سے بڑی خواہش پاکستان کو غیر مستحکم کرنا ہی ہے۔

(مرتب: فرقان دانش خراسانی)

اسلامی قانون میں ارتداد کے مفہوم' اس کے موجبات اور اثرات و نتائج کو جاننے کے لئے
مرکزی انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام حال ہی میں شائع ہونے والی نئی کتاب

اسلامی قانون ارتداد

کا مطالعہ کیجئے:
جسے قرآن و حدیث اور تمام فقہی مکاتب کے احکام کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے
مؤلف: ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن
صفحات: 116 ...... قیمت: 48
ملنے کا پتہ: **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور**

جعفر از بنگال، صادق از دکن اور ــــــــ از پاکستان!

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

پاکستان کے فوجی صدر جنرل مشرف نے جب افغانستان امریکہ تنازعہ کے حوالہ سے قوم کو اعتماد میں لیا تھا تو انہوں نے دہشت گردی کے خلاف امریکہ کا ساتھ دینے کے اپنے فیصلے کا دفاع کرنے کی کوشش کی تھی۔ اُنہوں نے جن چار نکات کو اپنے فیصلہ کی بنیاد قرار دیا تھا' وہ یہ تھے: (۱) قومی سلامتی (۲) کمزور معیشت (۳) کشمیر کاز (۴) ایٹمی تنصیبات کا تحفظ۔ آیئے جائزہ لیں کہ جن چار نکاتی وجوہ کی بنیاد پر پاکستانی حکومت نے اپنے برادر ہمسایہ اسلامی ملک افغانستان کے خلاف کارروائی میں امریکہ کا اتحادی بننے کا فیصلہ کیا ان مقاصد کو حاصل کرنے میں ہم کس حد تک کامیاب رہے ہیں۔ جہاں تک پہلے نکتہ قومی سلامتی کا تعلق ہے' یہ ایک مبہم سی اصطلاح ہے اور فوری طور پر اس پر فیصلہ صادر کرنا ممکن نہیں۔ یہ مورخ کا کام ہے۔ وہ آنے والے وقت میں فیصلہ دے گا کہ اس فیصلہ سے پاکستان کے قومی سلامتی کے تقاضے پورے ہوئے یا نہیں۔ فی الوقت اس

طالبان کا ساتھ چھوڑ کر ہم نے افغانستان کی ۸۰ فیصد آبادی کو اپنا دشمن بنالیا ہے

حوالہ سے صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ شمالی اتحاد کے ساتھ ساتھ طالبان کو بھی اپنا دشمن بنا کر ہم نے افغانستان کی ۸۰ فیصد سے زائد آبادی کو اپنا دشمن بنالیا ہے۔ اب کون سی ایسی حکومت افغانستان میں قائم ہوگی جو اپنی ۸۰ فیصد آبادی کو نظر انداز کر کے پاکستان سے دوستی قائم کرے گی اور ہماری شمال مغربی سرحد محفوظ رہ سکے گی؟ حقیقت یہ ہے کہ جب سے افغانستان میں طالبان نے حکومت بنائی تھی ہم یکسوئی سے اپنی مشرقی سرحدوں پر توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے۔

امریکہ کا اتحادی بننے کی دوسری وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ ہماری معیشت بہت کمزور ہے۔ اگر اتحادی نہ بننے پر عالمی قوتوں نے ہم پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں تو ہم اقتصادی لحاظ سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ دوسری صورت میں اگرچہ کچھ کہا تو نہ گیا لیکن بین السطور یہ بات واضح تھی کہ ہم پر ڈالروں کی بارش ہوگی۔ آیئے جائزہ لیں کہ اس ایک ماہ میں ہماری معیشت پر کیا گزری۔ سپریم پاور امریکہ جس کی عسکری قوت پر اگر نگاہ ڈالی جائے اور اُس کے انتہائی مہلک ہتھیاروں کا اگر جائزہ لیا جائے اور اس کے بے تحاشہ اور ان گنت وسائل کو اگر دیکھا جائے تو بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اکیلا بقیہ تمام دنیا کے خلاف جنگ کرنے اور اسے تباہ کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اس سپریم پاور نے عسکری لحاظ سے کمزور ترین ملک افغانستان کے خلاف ایک عالمی اتحاد بنایا' علاقے میں جنگ کا خوب خوف و ہراس جان بوجھ کر پھیلایا اور طبل جنگ اتنی زور سے بجایا کہ دنیا نے جانا کہ خدا جانے کتنا بڑا جنگی معرکہ ہونے والا ہے۔ پاکستان چونکہ افغانستان کا قریب ترین ہمسایہ ہے' اس کا طویل بارڈر افغانستان سے ملتا ہے' پھر طالبان سے اُس کے روابط بہت گہرے تھے لہٰذا پاکستان فضا اور سمندر کو جنگ زدہ علاقہ قرار دے دیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کی درآمد و برآمد مکمل طور پر بند ہوگئی بلکہ لاکھوں ٹن مال بردار کنٹینرز جو پاکستان سے دوسرے ممالک کو روانہ ہو چکے تھے' واپس پاکستان آ گئے۔ لاکھوں ٹن مال کراچی کی بندرگاہ پر ڈمپ ہو گیا۔ بہت سے تاجر دیوالیہ ہو گئے اور سٹاک ایکسچینج اتنی بری طرح کریش ہوا کہ تین دن کے لئے اُسے مکمل طور پر بند کر دینا پڑا۔ غیر ملکی کمپنیاں اپنے کام ادھورے چھوڑ کر پاکستان سے فرار ہو گئیں۔ اور تو اور بہت سے کھیلوں کے مقابلے جن کا انعقاد پاکستان میں ہونا تھا اور جن سے کروڑوں روپے کی آمدنی متوقع تھی' منسوخ کر دیئے گئے کیونکہ کوئی تاجر' کوئی کھلاڑی اور کوئی سیاح پاکستان آنے کو تیار نہیں تھا۔ یعنی جس کمزور حیثیت کو سہارا دینے کے لئے اپنی غیرت اور حمیت کو داؤ پر لگایا تھا اس پر الٹا اثر ہوا اور وہ

امریکی فوجوں کی موجودگی میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا جاری رہنا محال ہے

بدترین صورتِ حال سے دوچار ہو گئی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ہمیں کہا گیا کہ ہماری اقتصادی مدد کی جائے گی۔ اس کا پاکستانی نقطہ نظر سے طریقہ یہ تھا کہ اس کے قرضے بمع سود معاف کر دیئے جاتے جیسے خلیج کی جنگ میں مصر کے کئے گئے تھے۔ لیکن اس کے بجائے مزید قرضوں کی یقین دہانی کروائی گئی اور واجب الوصول قرضوں کی ری شیڈولنگ کی گئی یعنی اس ستم زدہ قوم پر سود اور سود کا کوہ ہمالیہ کھڑا کر دیا جائے گا جس سے جانبر ہوتی یہ قوم نظر نہیں آتی۔ چنانچہ جس تباہی کو فوری طور پر ٹالنے کے لئے بے غیرتی اور بے حمیتی کا راستہ نکالا گیا وہ اگرچہ کچھ دیر بعد آئے گی لیکن اب وہ ذلت اور رسوائی کے ساتھ آئے گی۔ ہمارے ساتھ وہی ہوگا جو ملت کے غداروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ آنے والے وقت میں ہمارے یہ اتحادی ہمیں یہ کہہ کر پاؤں کی ٹھوکر ماریں گے "تم اپنوں کے نہیں بنے' ہمارے کیا بنو گے!" البتہ اگر عوام اپنی قوت سے اور اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیں کہ ہم طالبان کے ساتھ شانہ بشانہ یہ جنگ لڑیں گے تو پھر اللہ کے عذاب کے مستحق عوام نہیں' خواص ہوں گے اور اس شر سے پاکستان کے اندر کوئی خیر برآمد ہو سکتا ہے۔

آگرہ سمٹ کے ثمرات کو ضائع کر دیا گیا ہے

امریکہ کا اتحادی بننے کی تیسری وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ امریکہ اور عالمی قوتوں کی ناراضگی سے کشمیر کاز کو نقصان پہنچے گا۔ ۱۱ ستمبر کے واقعہ کو بھارت نے جس طرح اپنے حق میں استعمال کیا اس پر وہ داد وصول کرنے کا مستحق ہے۔ ان کے تمام ٹیلی ویژن چینلز نے واشنگٹن' نیویارک اور کشمیر میں ہونے والی دہشت گردی کو کس طرح ایک لڑی میں پرو دیا حیرت کی بات یہ ہے کہ امریکہ ہمارے تعاون کا طلب گار ہوا۔ ہم نے "لبیک اے دنیوی خدا' لبیک" کہا لیکن وہ ہم سے سب کچھ وصول کر کے اور ہمیں اسلامی برادری میں ذلیل و رسوا کر کے بھارت کو کہہ رہا ہے کہ افغانستان سے فارغ ہو کر کشمیر میں دہشت گردی بھی ختم کی جائے گی۔ ہم ان کی عقل کا ماتم کریں یا ان کی سادگی پر روئیں جو کہہ رہے ہیں کہ امریکہ سے تعاون کا فیصلہ کشمیر کاز کو نقصان سے بچانے کے لئے کیا گیا۔ اس فیصلے سے کشمیر کاز کو کس قدر نقصان پہنچا اس کی تفصیل کے لئے ایک الگ کالم لکھنا پڑے گا۔ مختصراً عرض یہ ہے کہ خود ہی اندازہ کر لیں کہ آگرہ

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

امارت اسلامی افغانستان پر امریکی یلغار کے تناظر میں

طالبان کی امداد ونصرت کے تین ممکنہ راستے

مختار حسین فاروقی

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کو ورلڈ ٹریڈ سنٹر (نیو یارک امریکہ) کی تباہی کے واقعے نے عالمی سیاست اور میڈیا کا رخ یکسر تبدیل کر کے اسے مسلمانوں کو دہشت گرد (Terrorist) ثابت کرنے کے ایک نکتہ پر مرتکز کر دیا ہے۔ حالات اس تیزی سے بدل رہے ہیں اور اس کے ساتھ امریکہ اور عالمی برادری کے نقطہ نظر بھی کہ بعض اوقات کوئی رائے قائم کرنا مشکل ہو جاتی ہے۔

تاہم ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی زمین بوسی کے بعد امریکی معیشت کو جو دھچکا لگا ہے اور اس کے نتیجے میں اس عمارت میں کام کرنے والے ہزاروں افراد اور ان سے متعلق دیگر خدمات دینے والے ادارے فضائی کمپنیاں' انشورنس ادارے جس طرح تباہ ہوئے ہیں اور نتیجتاً بے روزگاری کا ایک سیلاب ہے جو اس عالمی طاقت کے ماہرین معیشت و سیاست کی تفریحات پر سوار ہو گیا ہے اور لگتا ہے کہ وہ اس خوف میں دیوانے ہو رہے ہیں۔ اندرون ملک ہوائی سفر کے لئے کوئی مسافر نہیں۔ دہشت اور عدم تحفظ کی وجہ سے عام امریکی اب ویک اینڈ (Weekend) پر رقم لٹانے کے لئے ساحل سمندر اور کلبوں کا رخ نہیں کر رہا ہے۔ موٹر کار لیزنگ' ہوٹل اور ساحل سمندر سے متعلق دیگر تفریحی کاروبار اب ٹھپ ہو چکے ہیں۔ اس بات کا جتنا احساس امریکی قیادت کو ہے' اتنا ''بڑا'' احساس کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ خلیجی جنگ سے قبل کی معاشی بدحالی کی خفت کو مٹانے کی طرح اب امریکہ اس موقع پر عالمی برادری کو ساتھ لے کر اسامہ' دہشت گردی' اسلامی افغانستان اور مسلمان جہادی تنظیموں کو نشانہ بنا کر واویلا کر رہا ہے' اور عالمی میڈیا میں گویا بس ایک یہی مسئلہ ہے جو دنیا کو درپیش ہے۔ اس سیاسی گرد میں اسرائیلی مظالم اور فلسطینیوں کا قتل اب پس منظر میں جا چکا ہے۔ بھارتی حکومت کی سرکاری سطح پر دہشت گردی اور کشمیری پارلیمنٹ میں ۳۰ سے زائد ہلاکتیں دنیا کو نظر نہیں آ رہیں۔ اب تو شاید گنبد صخریٰ بھی گرا دیا جائے اور یہودی اپنے دیرینہ منصوبے ہیکل سلیمانی (Temple of Solomon) کی سہ بارہ تعمیر کا بالفعل آغاز کر دیں۔

امریکی قیادت میں اس عالمی یلغار کا ایک ہی ہدف ہے اور وہ اسامہ اور اسلامی افغانستان کی آڑ میں اسلام اور اس کا بھی ریاستی سطح پر نفاذ ہے اور افغانستان کا یہی ناقابل معافی جرم ہے۔ اسی طرح اس نفاذ اسلام کے جراثیم پاکستانی معاشرے میں بھی ہیں اور پھر پاکستان کی فوج' دنیا کی اعلیٰ فوج ہے۔ مزید برآں ہمارے پاس ایٹمی صلاحیت بھی ہے لہٰذا پاکستان کی گوشمالی بھی اسی یلغار کا حصہ ہے۔ یہودی اور امریکہ مسلمانوں کو اکیلا اکیلا کر کے تباہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ عوامی سطح پر مزاحمت کم سے کم ہو بلکہ ان کے منصوبے اس طرح عوام تو عوام مسلمان حکمرانوں جیسے خواص طبقے سے بھی پوشیدہ رہیں۔

اس منصوبے میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین عالم بالخصوص ہندو سب ہم زبان ہیں اور متفق اور یکسو۔ اور غور فرمائیں کہ اب تین ہفتوں کے اندر امریکہ نے جس قدر ملٹری سیٹ اپ بحیرۂ عرب میں پاکستان کے جنوبی ساحل کے قریب کر دیا ہے' کیا وہ صرف ایک فرد اسامہ کے لئے ہے؟ کیا وہ ایک کمزور سی بے وسائل اسلامی امارت افغانستان کے لئے ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس Establishment اور پاکستان کے اندر اڈے حاصل کرنے کا مقصد ایک کثیر الجہتی منصوبہ ہے جس میں پاکستان میں مستقلاً بیٹھ کر ایشیا کے مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ بھی شامل ہے اور روس چین گٹھ جوڑ کے اثرات کو زائل کر کے یہاں اپنی موجودگی کو یقینی بنائے رکھنا ہے جو عرصے سے امریکی خارجہ پالیسی میں Containment of China Policy کے نام سے معروف ہے۔

اس عالمی یلغار میں تمام یورپی ممالک بھی امریکہ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ نیٹو نے بھی آمادگی ظاہر کر دی ہے جبکہ روس اور چین بھی حمایت میں ہیں۔ بھارت تو اس کار خیر میں اپنے استعمال کئے جانے پر بے قرار ہے۔ چند مسلمان ممالک دبی آواز (Passive Voice) میں ہی مخالفت کر رہے ہیں اس لئے کہ عالمی دباؤ ہی اتنا سخت اور بے لچک ہے۔ ایران نے قدرے جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ دیکھئے امریکی دباؤ میں کب تک کھڑا رہتا ہے۔ اللہ اسے ہمت دیئے رکھے۔ آمین!

اس عالمی یلغار کے مدمقابل ایک چھوٹا سا کمزور اور بے وسائل ملک اسلامی امارت افغانستان ہے جس کے پاس دنیاوی وسائل کی قوت و فراوانی تو نام کو نہیں ہے مگر ایک چیز ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ وہ ہے قوت ایمانی اور جذبہ وشوق شہادت جس سے عالم کفر لرزاں ہے۔

ایک حدیث مبارکہ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی دنیاوی اعتبار سے اتنا بے وقعت اور کم مایہ ہو کہ اگر کسی کی سفارش کرے تو کوئی قبول نہ کرے' کہیں سے رشتہ مانگے تو کوئی رشتہ نہ دے مگر اللہ کے دین پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے اللہ کی نگاہ میں اس کی وہ وقعت ہو سکتی ہے کہ اگر کسی بات پر قسم کھا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھنے کے لئے اس کی قسم پوری کر دے۔ یہی لوگ اولیاء اللہ ہیں۔ لشکر طالبان میں بھی ذاتی طور پر اسی درجے کے اہل ایمان کثرت سے ہوں گے تاہم ملا عمر مدظلہ تو ان کے سرخیل ہیں کہ ایمانی قوت کے زور پر پورے عالم کے ساتھ ٹکر لئے ہوئے ہیں اور ان کے پائے استقامت کوئی تزلزل نہیں دکھائی دے رہا۔

علامہ اقبال نے ''پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق'' میں ''فقر'' اور ''مردِ حُر'' کے نام سے خطاب کیا ہے۔ فقر ـــــ بے مائیگی اور وسائل دنیا سے محرومی ـــــ جسے حضرت محمد ﷺ نے الفقر فخری قرار دیا ہے گویا اپنی ذات کے لئے وسائل عیش و عشرت اور آرام و آسودگی کو نہ ہونے کے برابر کی سطح پر رکھنا فقر ہے اور ایسے آدمی کی کوئی کمزوری (weak point) نہیں ہوتی لہٰذا ایسے باضمیر آدمی کو خریدا نہیں جا سکتا۔

چنانچہ علامہ اقبال نے جو کچھ لکھا ہے وہ فقر کے عنوان سے طالبان پر بالعموم اور ملا عمر مدظلہ پر بالخصوص صادق آتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

چیست فقر اے بندگان آب و گل
یک نگاہ راہ بیں یک زندہ دل

''اے آب و گل کے بنے انسانو! فقر کیا ہے؟ ایک راستہ دیکھنے والی آنکھ (نگاہ) اور ایک زندہ (باضمیر و پاک) دل''۔

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضا ست
ما امینیم این متاع مصطفیٰ است
قلب او را قوت از جذب و سلوک
پیش سلطان نعرۂ او لا ملوک

آگے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے کل روئے

ارضی کو اپنے لئے مسجد قرار دیا ہے اور ''الامان'' کہ اب یہ ''مسجد رسولؐ'' کافروں اور مشرکوں کے قبضہ اور اقتدار میں ہے۔لہٰذا اب مومنین کے لئے راستہ یہی ہے کہ

سخت کوشد بندۂ پاکیزہ کیش
تا بگیرد مسجد مولائے خویش

فقر کے بغیر مسلمان کی زندگی کوئی معنی نہیں رکھتی ۔

تا کجا بے غیرت دین زیستن
اے مسلمان مردن است این زیستن

افسوس کہ مسلمان امت نے گزشتہ سو سال میں ہزاروں ارب پتی مسلمان سرمایہ دار تو جنم دیئے مگر مرد فقیر صرف ایک ملا عمر۔

آہ زاں قومے کہ از پا برفتاد
میر و سلطاں زاد و درویشے نہ زاد

آج آپ تصور کریں دنیا میں افغانستان کیسے یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار کھڑا ہے۔کوئی حمایتی نہیں' بھری دنیا میں کوئی ہمدردی کرنے والا نہیں۔حد یہ ہے کہ پاکستان سے بھی علماء کا ایک وفد جس میں افغانستان سرکار کے اہلکاروں کے استاذ شامل تھے' یہی اسامہ کا مطالبہ لے کر گئے مگر ملا عمر مدظلہ نے جو ٹھوس رائے قائم کر رکھی ہے وہ اس پر قائم رہے اور متزلزل نہ ہوئے۔اس دنیا میں اسلامی امارت افغانستان کے سربراہ ملا عمر مدظلہ کا سا بھی کوئی تنہائی کا شکار آدمی نہیں ہو گا۔اللہ کی طرف سے دلجوئی اور سکون و اطمینان اپنی جگہ مگر عالم اسباب میں تو ایسا ہی ہے۔علامہ اقبال نے اور جگہ کسی اور پس منظر میں فرمایا ہے مگر یہ ملا عمر مدظلہ کی ذاتی کیفیات پر صد فی صد درست ہے۔

مرا دل سوخت بر تنہائی او
کنم سامان بزم آرائی او

اور پاکستانی عوام کے جذبہ فدویت اور افغان عوام کے شانہ بشانہ جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت اور شوقِ شہادت کے پیش نظر اگلا شعر پاکستان سے متوقع مجاہدین کی شان میں وارد سمجھئے۔

مثالِ دانہ می کارم خودی را
برائے او نگہ دارم خودی را

ایسے ہی مرد فقیر اور مرد حر کے بارے میں علامہ فرماتے ہیں۔

پادشاہاں در قبا ہائے حریر
زرد رو از بیم آں عریاں فقیر

ایک طرف —— حقیقتاً اس وقت افغانستان واحد ملک ہے جو مقروض نہیں اور آزاد ملک ہے کہ اس کی اپنی اختیار کردہ راہوں (اسلامی اصولوں) پر آزاد خارجہ پالیسی ہے۔حقیقت میں کسی نے خوب کہا ہے کہ اگر افغانستان کے علاوہ کوئی ملک آزاد خارجہ پالیسی کا دعوے دار ہے تو اسامہ کو پناہ دینے کا ارادہ کر کے دیکھے۔

دوسری طرف —— پاکستان کی حکومت ایسے اسلامی شعائر کے امین ملک کے خلاف عالمی برادری کی ظالمانہ اور Might is Right والی پالیسی کی حمایت کرنے پر مجبور ہے کہ پاکستان ان مغربی صیہونی مالیاتی اداروں کا اربوں ڈالر کا مقروض ہے اور مقروض کی قرض خواہ کے مقابلے میں کوئی رائے نہیں ہوتی نہ اقدار اور اصولی موقف اور غلامی میں تو مذہب بھی ایک برائے نام شے رہ جاتی ہے۔علامہ اقبال ہی ''مرد حر'' کے نام سے فرماتے ہیں۔

ما کلیسا دوست ما مسجد فروش
او ز دست مصطفیٰ پیمانہ نوش

مسجد فروش کی اصطلاح معنی خیز ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کل زمین کو اپنے لئے مسجد قرار دیا ہے اور ہم اس زمین کے بھی پاک خطہ کو Crusades کے علمبردار امریکہ کے ناپاک قدموں اور صیہونی ناپاک انسانیت دشمن عزائم کے لئے پیش کر رہے ہیں کہ وہ یہاں سے اسلامی افغانستان کے خلاف کارروائی کرے۔فیا اسفا

ان حالات میں حکومت پاکستان کی اپنی مصلحتیں اور ترجیحات ہیں اور وہ اپنے مفادات اور دیگر امریکی سبز باغوں کے چکر میں فیصلے کرنے پر مجبور ہے۔بظاہر جو کچھ نظر آتا ہے' وہ اپنی جگہ مگر حقیقت میں پرویز مشرف صاحب کی حکومت کو اس بند گلی میں پہنچانے میں اس ناراض بیورو کریسی کا بھی عمل دخل ہو سکتا ہے جسے حال ہی میں ضلعی حکومتوں کے نام سے انہوں نے ''ثریا'' سے زمین پر دے مارا ہے اور کل کے بادشاہوں کو آج کا ماتحت اور ملازم بنا دیا ہے۔یا اس جدید تعلیم یافتہ امریکہ پلٹ Expertise کا ہو سکتا ہے جو صرف امریکہ کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور امریکی دماغ سے سوچتے ہیں۔ان کے نام اور والدین کے نام ذرا عربی اور اردو الفاظ پر مبنی ہوتے ہیں اور صرف ناگزیر مذہبی رسومات (شادی بیاہ' موت' پیدائش وغیرہ) پر امریکہ سے الگ کچھ ''حرکت'' کر لیتے ہیں وگرنہ ان کے ذہنی اور فکری سہارے اور نظریاتی چینلز وہی ہیں جو ان کے آقا امریکہ نے انہیں ازبر کرائے ہیں۔یہی دنیا کے بیشتر ممالک کے حکمران ہیں یا حکمران طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں' موجودہ ملازم ہوں یا سابق' سوچ کے دھارے وہی رہتے ہیں۔ان کے ذہن میں مذہبی اصطلاح کسی انداز میں ''رجسٹرڈ'' ہو تاہم قرآنی تعلیمات' اس کا صغریٰ کبریٰ' اس کے لئے استحکام کے راستے اور راستے کی مشکلات ان کے سامنے آ ہی نہیں سکتے۔ان طبقوں سے اسلام کے حرکی تصور اور اسلام کے غلبہ کے حوالے سے کسی خیر کی کوئی توقع کرنا عبث ہے' حتیٰ کہ امریکہ کی غلط سے غلط پالیسی کے خلاف کھڑے ہو جانا بھی ایک معجزہ ہی شمار ہو سکتا ہے' عام حالات میں نہیں۔

رہے پاکستان کے عوام تو ان میں

ع آگ بجھی ہوئی نہ جان آگ دبی ہوئی سمجھ

کے مصداق اسلام کی نشاۃ ثانیہ' عالمی غلبہ' خلافت کے نظام اجتماعی عدل و قسط اور اسلام کے سیاسی' سماجی و معاشی نظام کے بارے میں آرزوؤں اور امنگوں کے ساتھ ساتھ راتوں کو آہوں اور سسکیوں کے ہمراہ آنسوؤں کی سوغات بھی موجود ہے۔وہی سرمایہ جو افغانستان کے طالبان کے پاس ہے مگر وہ خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے انہیں زمین میں حاکم بنا دیا ہے۔پاکستان کے عوام دل سے ملت اسلامی کا حصہ ہیں اور علاقائیت اور earth bound تصورات کے کامل خلاف ہیں۔لہٰذا ترکی میں خلافت ختم ہوئی' اتاترک نے یہ کالک اپنے منہ پر ملی تو برصغیر میں اس پر تحریک چلی اور آج بھی افغان عوام پر امریکی حملے کی بات سن کر عوام بپھرے ہوئے ہیں۔اگرچہ اسی اتاترک کے ایک پرستار اکیسویں صدی میں اسلام دشمنی کی وہی کالک اپنے چہرے پر ملنے کے لئے بے چین ہیں بلکہ امریکہ کے بے دام غلام کی حیثیت سے لبیک کہتے ہوئے سب سے پہلے موجود ہیں۔تاہم امید ہے کہ عوامی امنگوں کے مطابق اس خطہ میں کوئی تبدیلی آئے گی جو مسلمان امت کے دکھوں کا مداوا اور خلافت راشدہ کے اصول عدل و قسط کی امین ہو گی بلکہ دور حاضر میں مثالی اسلامی جمہوری' فلاحی ریاست ثابت ہو گی جو دنیا کو اسلام کی طرف کھینچ لے گی اور یوں پوری دنیا دامن اسلام میں آ جائے گی۔

عوامی سطح پر اور مذہبی رہنماؤں کے لئے کرنے کے کام درج ذیل تین قسموں کے ہیں:

۱) افغان عوام کی بے بضاعتی اور اپنی مجبوری کا رونا اللہ کے سامنے روئیں۔ذاتی سطح پر توبہ کریں۔حرام چھوڑ دیں۔اللہ سے ملت اسلامیہ اور بالخصوص ملت افغان کے لئے مدد و نصرت اور رحمت کی دعا کریں اور دعائے مسنونہ قنوت نازلہ پڑھیں اس لئے کہ اصل حاکم اور قوت و طاقت کا حقیقی سرچشمہ تو وہی اللہ کی ذات ہے۔

۲) افغان عوام اور طالبان حکومت کی دامے درمے سخنے ہر طرح مدد کریں یعنی مالی امداد دیں اور آنے والے سخت موسم سرما میں ان کے لئے لباس' خوراک اور ادویات کا اہتمام کریں اور حکومت کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے بھی نقد رقوم ارسال کریں تاکہ وہ اپنی ضرورت و ترجیحات کے مطابق ان فنڈز کو استعمال میں لا سکے اور اپنے پاؤں پر کھڑی رہ سکے۔ہم ان کے لئے ممکنہ مدد کریں گے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت کے دروازے ان

کے لئے کھول دے گا۔

۴) سب سے اہم کام یہ ہے کہ طالبان کی حمایت کا ٹھوس طریقہ اختیار کریں یعنی ہم بھی اپنی اس مملکت خداداد پاکستان (اسلامی جمہوریہ پاکستان) میں اسلام نافذ کریں۔ سود ختم کریں' جاگیرداری ختم کردیں' حرام کام یکسر بند کر دیں۔ یہ کیسے ہو؟ یہ ایک تفصیل طلب سوال ہے۔ یہ کام اصلاً تو حکومت کے کرنے کا ہے مگر عوام بھی اپنی will اس ضمن میں ''رجسٹر'' کروا سکتے ہیں اور اس کا پرامن اظہار بھی کر سکتے ہیں۔ ایک سابقہ دور میں ایک چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے پچاس ہزار آدمیوں نے اس کے سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کر کے اپنے مطالبات منوا لئے تھے اور اس ساری کارروائی میں ایک گولی بھی نہیں چلی۔ یہ پرامن طریقہ آج بھی قابل عمل ہے اور ممکن ہے۔

گزشتہ دو ہفتوں کے اخبارات پر نگاہ ڈالیں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ ایک طبقہ کے تین لاکھ سرفروش افغانستان جانے کے لئے تیار ہیں۔ ایک اور تنظیم کے پاس ایک لاکھ افراد حکم کے منتظر ہیں۔ سرحد و بلوچستان کے غیور مسلمان ''بیعت علی الموت'' کر رہے ہیں' ان کی تعداد بھی ہزاروں نہیں لاکھوں میں ہے۔ ایک تنظیم جس نے گزشتہ سال رمضان میں مہم جوئی کا فیصلہ کیا تھا مگر کامیابی نہ ہوئی اس کے بھی غا تین لاکھ سرفروش پیچ و تاب کھا رہے ہیں اور حالت منتظرہ میں (dormant) ہیں۔

اب ذرا ان اعداد و شمار کو جمع کریں تو معلوم ہو گا کہ اندرون ملک ایک ملین (دس لاکھ) افراد ایسے ہیں جو اب سب کچھ چھوڑ کر اسلام کے لئے اور طالبان کی حمایت میں امریکہ کے خلاف جان دینے کو تیار ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ افغانستان جانے سے پہلے اگر یہ لوگ ایک پلیٹ فارم پر اسلام کے نفاذ کے واحد نکتہ پر جمع ہو جائیں اور ایک پرامن احتجاجی تحریک چلائی جائے جس میں قیادت بھی ایثار و قربانی سے کام لے اور کسی ایک شخص پر متفق ہو کر معاملات اس کے حوالے کر دے تو ''اہل علم'' اور جاننے والے بتاتے ہیں کہ اس ملک پاکستان میں اسلام کا نفاذ مہینوں نہیں ہفتوں کی بات ہے۔

اگر ایسا ہے تو اے اہل وطن اور اے علماء کرام اور اے مجاہدین ملت اسلامیہ اور حامیانِ افغانستان——ذرا رک کر سوچیں کہ اگر جان اللہ کو دے ہی دینی ہے اور اس کی راہ میں قربان ہونے کا فیصلہ آپ کر ہی چکے ہیں تو افغانستان جانے کے لئے نکلو اور راستہ اسلام آباد کا اختیار کرلو— کہ اسی طرح شاید قلیل مدت میں یہاں بھی اسلام کی بہار آ جائے۔

اگر ایسا ہو جائے—— اور اللہ کرے ایسا ہو جائے تو دیکھیں جس مقصد کے لئے ہم افغانستان جانے کو تیار بیٹھے ہیں اور بے چین ہیں اور منتظر ہیں اس کی راہ کتنی آسان ہو جائے گی۔

آج امریکہ افغانستان کا نام لے کر دراصل اسلام اور اسلامی حکومت اور اس کے مثالی عدل و انصاف کا دشمن ہے کہ اس سے ان کی تہذیب کی موت نظر آ رہی ہے۔ اگر پاکستان بھی اسی صف میں شامل ہو کر ایک واقعی اسلامی مملکت بن جاتا ہے اور یہاں بھی کوئی مثالی مذہبی قیادت آ جاتی ہے تو ایک ایک دو گیارہ والی بات ہو جائے گی۔ پہلے افغانستان اکیلا ہے تو مغرب کی نیندیں حرام ہیں' اگر دو ملک ہو جائیں (اور کوئی عجب نہیں کہ اس طرح باہمت تین اور چار ہو جائیں) تو ہم زیادہ قوت کے ساتھ اسلام کے کاز (Cause) کی حفاظت کر سکیں گے اور طالبان افغانستان کی مدد کا حقیقی اور یقینی اور تیر بہدف راستہ یہی ہے جس میں ہمارے اپنے دکھوں کا علاج بھی ہے' اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی بھی ہے' طالبان کے ہاتھ مضبوط کرنا بھی اور دشمنوں کو کانٹوں پر لوٹ پوٹ کر کے بے چین و بے قرار کرنا بھی ہے۔ اَللّٰھُمَّ شَتِّتْ شَمْلَھُمْ اَللّٰھُمَّ دَمِّرْ دِیَارَھُمْ اَللّٰھُمَّ زَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ—— آمین

آیئے—— غور کر کے قدم بڑھائیں کہ شاید——

ع تیز ترک گام زن منزل ما دور نیست

بقیہ: تجزیہ

سمٹ کے بعد پاکستانی قوم کا مورال کتنا اونچا تھا اور صدر مشرف کو کس قدر خود اعتمادی اور عوامی حمایت حاصل تھی اور بھارت اس قدر بدحواس ہو گیا تھا کہ واجپائی ہر روز کوئی مضحکہ خیز حرکت کرتا تھا جبکہ آج کشمیر کے حوالے سے ہم چھپتے پھرتے ہیں اور ان کی خوشامد کر رہے ہیں کہ آیئے کشمیر اور اُس کے علاوہ معاملات پر مذاکرات کریں اور وہاں سے شٹ اَپ کال آ رہی ہے۔ کاش' چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی ہمارے ہاں بھی کوئی روایت ہوتی!

جہاں تک آخری اور اہم ترین وجہ یعنی ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کا تعلق ہے تو اس پر یہ مصرعہ صد فی صد منطبق ہوتا ہے ع ''اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا''۔ ہر وہ شخص جس کے ہوش و حواس کسی حد تک بھی قائم ہیں وہ جانتا ہے کہ امریکہ کے خطہ میں کیا مفادات ہیں' افغانستان اس کے غیض و غضب کا نشانہ کیوں بن رہا ہے اور پاکستان میں کیا شے اُسے کھٹک رہی ہے۔ مختصر ترین الفاظ میں وسطی ایشیا کی ریاستیں جو تیل اور دوسری معدنیات سے مالا مال ہیں اور اُن کا راستہ افغانستان میں موجودگی کی صورت میں آسانی سے مل جائے گا اس سے امریکہ کی رال ٹپک رہی ہے۔ پھر یہ کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کسی وقت اسرائیل کے لئے نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں Containment of China کی پالیسی پر عملدرآمد کے لئے بھی امریکہ اپنی موجودگی خطہ میں ضروری سمجھتا ہے۔ اس پس منظر میں کیا یہ ممکن ہے کہ امریکی فوجیں اس علاقہ میں موجود بھی رہیں پھر بھی پاکستان ایٹمی صلاحیت کا حامل رہے؟ اگر صدر مشرف کو امریکی حملہ کی صورت میں ایٹمی صلاحیت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا تو جو پالیسی اب اختیار کی گئی ہے اس سے یہ ہوگا کہ پاکستان اپنی ایٹمی صلاحیت پلیٹ میں رکھ کر خود امریکہ کو پیش کر دے گا۔ لہٰذا یہ چاروں نکات جنہیں امریکی دوستی کے فیصلے کی بنیاد بنایا گیا تھا غلط' بوگس اور احمقانہ تھے۔ اس فیصلہ سے مسلم دنیا میں پاکستان کا امیج بھی تباہ ہو گیا ہے اور امریکی غلامی کا پٹہ اب ہماری گردن میں اتنی سختی سے فٹ ہوا ہے کہ اس سے چھٹکارا ملتا نظر نہیں آتا۔

انتقالِ پُر ملال

تنظیم اسلامی لاہور (جنوبی) کے رفیق جناب تنویر حسین بھاوج صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ تمام قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی کراچی وسطی (نمبر ۱) کے رفیق جناب عبدالحمید کے بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی کراچی شرقی (نمبر ۴) کے رفیق جناب محمد اقبال کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔ اللّٰھم اغفر لھم و ارحمھم و ادخلھم فی رحمتک وحاسبھم حسابا یسیرا

تنظیم اسلامی فرانس کی ماہ ستمبر میں سرگرمیاں

حلقہ پیرس کے زیر اہتمام ہر جمعۃ المبارک کو شام ساڑھے آٹھ بجے علم تجوید کی کلاس منعقد ہوتی ہے' جس کے بعد ساتھی منتخب نصاب میں سے اپنا اپنا سبق سناتے ہیں۔ دوران پروگرام مغرب کی نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے۔ اس ماہ بھی یہ کلاس باقاعدگی سے ہوتی رہی۔ ہر اتوار کو شام پانچ بجے ویڈیو کیسٹ کے ذریعے منتخب نصاب کا درس دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ماہ ستمبر کے دوران سورۃ الحجرات کے تیسرے سے ساتویں درس کی تکمیل ہوئی۔ ویڈیو کیسٹ کے بعد درس کا خلاصہ بھی پیش کیا گیا۔ عصر کی باجماعت نماز کا اہتمام پروگرام کے دوران ہی کیا جاتا ہے۔ جمعۃ المبارک اور اتوار کے یہ تمام ہفتہ وار پروگرام پیرس کی کرد مسجد میں ہوئے۔

۱۹ ستمبر کو حلقہ کے امیر جناب محمد اشرف کی رہائش گاہ پر مقامی تنظیم کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ سب سے پہلے امیر حلقہ نے عہد رفاقت پڑھ کر سنایا اور نئے ساتھیوں کو تنظیم میں شمولیت کی دعوت دی۔ اس موقع پر ۲ ساتھی تنظیم میں شامل ہوئے جبکہ ایک ساتھی نے معاونت کا اعلان کیا۔ بعد میں جناب طارق اسلم نے تنظیم اسلامی پیرس کی مشاورتی کمیٹی کے ڈھانچہ کا بل پیش کیا جسے غور و خوص اور مشورے کے بعد منظور کر لیا گیا۔ یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ مشاورتی کمیٹی کا اجلاس ہر ماہ کے پہلے جمعۃ المبارک کو ہوا کرے گا جس میں ہر ساتھی اپنی کارکردگی پیش کرے گا۔

(رپورٹ: محمد فاروق علی)

اسلامی حکومت کا دفاع: ایک عظیم فریضہ

حقیقت حکم دفاع

اسلام کے شرعی واجبات وفرائض میں ایک نہایت اہم اور اکثر حالتوں میں ایمان وکفر کا فیصلہ کر دینے والا فرض ''دفاع'' ہے۔تشریح اس کی یہ ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان حکومت یا کسی مسلمان آبادی پر کوئی غیر مسلم گروہ حملہ کرے تو یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر شرعاً فرض ہو جاتا ہے کہ دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہوں' اس حکومت اور آبادی کو غیر مسلم قبضہ سے لڑ کر بچائیں۔اسلامی فرائض میں یہ اس درجہ مشہور فرض ہے کہ شاید ہی دنیا میں کوئی مسلمان اس سے ناواقف نکلے۔ یہی باہمی مددگاری و یاوری اور دفاعِ اعداء کا قانون ہے جس پر اسلام نے شریعت وامت کی حفاظت کی ساری بنیادیں استوار کی ہیں۔

''اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو مسلمانوں سے جنگ کر رہے ہیں مگر زیادتی نہ کرو۔ اللہ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (البقرۃ:۱۸۷)

پھر اس حکم کی علت بھی بتلادی کہ اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ بلاشبہ یہ جنگ قتل ہے اور انسانی قتل بہت بڑی برائی ہے' لیکن اس برائی سے بڑھ کر برائی یہ ہے کہ لوگ اپنی آبادیوں اور حکومتوں پر قانع نہیں رہتے' دوسروں کے حقوق آزادی و حکومت چھیننا چاہتے ہیں۔توحید کی جگہ کفر وشرک کے ماتحت مسلمانوں کو لانا چاہتے ہیں۔قوموں کا قدرتی حق حریت پامال کر رہے ہیں۔اگر اس کے دفع کا انتظام نہ کیا جائے تو پھر دنیا میں کوئی قوم زندہ و باقی نہیں رہ سکتی۔ یہ قدرت کا عالمگیر قانون اور کارخانۂ حیات کا دائمی عمل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا خود کبھی جنگ کا حکم نہ دیتا۔

فضائل دفاع

اسلامی احکام میں یہ حکم ''دفاع'' جو اہمیت رکھتا ہے وہ عقائد ضروریہ کے بعد کسی حکم' کسی فرض' کسی رکن عبادت کو حاصل نہیں۔سنن ابوداؤد میں ہے:''جب کوئی جماعت جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دیتی ہے تو اس پر بلائیں نازل ہوتی ہیں جو کبھی دور نہیں ہوسکتیں اِلاّ یہ کہ وہ اس معصیت سے باز آ ئیں۔''

کوئی خاص وقت اور عہد اس (جہاد) کے لئے مخصوص نہیں۔ ہر حال اور ہر زمانے میں ایک مسلم و مومن کی زندگی کے ایمان وصداقت کی بنیاد یہی چیز اور اس کا سچا عشق و ولولہ ہے۔یہی سنام دین ہے' یہی عماد ملت ہے' یہی اساس شرع ہے' یہی ملاک اسلام ہے' یہی ایمان ونفاق کی اصل پہچان ہے' نماز اسی سے ہے' روزہ اسی سے ہے' حج اسی سے ہے' زکوٰۃ کا سب سے پہلا اور افضل مصرف یہی ہے۔سب اس کے لئے ملتوی ہو سکتے ہیں' اس کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا۔پس اس کی فضیلت کو نہ نماز پہنچ سکتی ہے نہ روزہ' نہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا عمل۔ ہزاروں نمازیں اور ہزاروں روزے بھی اس ایک قطرۂ خون کی فضیلت و تقدیس نہیں پا سکتے جو اس راہ میں بہایا گیا اور عمر بھر کے صدقات وخیرات بھی اس ایک درہم (روپے) کے اجر کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو اس راہ میں خرچ کیا گیا حتیٰ کہ یہی عمل اسلام وایمان کی اصل پہچان قرار پایا۔

صحیح مسلم میں (ابوہریرہؓ سے) مروی ہے:

''جو مسلمان اس حالت میں دنیا سے گیا کہ نہ تو کبھی اللہ کی راہ میں لڑائی لڑی اور نہ اس کے دل میں اس بات کی طلب رہی' اس کی موت ایسی حالت میں ہوئی جو نفاق کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔''

مولانا ابوالکلام آزاد

بخاری میں ابوسعید خدریؓ سے ہے' آپؐ سے پوچھا گیا سب سے افضل آدمی کون ہے' فرمایا وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان ومال سے جہاد کرتا ہے۔

ترمذی میں ہے:''جس مسلمان نے ایک رات بھی جہاد کرتے ہوئے دشمن کے انتظار میں کاٹی' اس کے لئے ایسا اجر ہے گویا ہزار دنوں کا روزہ اور ہزار راتوں کی عبادت''۔ جو لوگ خود اپنی ذات سے جہاد ودفاع میں حصہ نہ لے سکیں مگر مجاہدین کو اپنے مال ومتاع سے مدد پہنچائیں تو اگرچہ وہ مجاہدین کا اجر وثواب نہیں پا سکتے لیکن ان کے لئے (بھی) اجر ہے اور ساری عبادتوں اور طاعتوں سے بڑھ کر اجر ہے۔

ابن ماجہ میں ہے:''جو مسلمان ایسے وقتوں میں گھر سے نہ نکلا صرف اپنے روپے سے جہاد میں مدد دی تو اس کو ایک روپے کے بدلے سات سو روپے کا اجر ملے گا۔'' اگر امت کے لئے دفاع و جنگ کا وقت آ گیا تو ایسے وقتوں میں صرف نفس جنگ ہی نہیں بلکہ سعی وکوشش کی ساری باتیں شریعت کے نزدیک جہاد ہیں۔جس کی طاقت میں جنگ کرنا نہیں ہے اور اس نے مال دیا تو وہ بھی مجاہد ہے۔جس نے زبان سے دعوت وتبلیغ کی وہ بھی مجاہد ہے۔جس نے اس راہ میں کسی طرح کی کوئی تکلیف ومحنت اٹھائی وہ بھی مجاہد ہے۔البتہ ایسے وقتوں میں اگر کوئی مسلمان لڑائی کی طاقت رکھتا ہے اور اس سے پہلوتہی کرے تو اس کا کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔اس کا شمار مومنوں کی جگہ منافقوں میں ہوگا۔جو مال دے سکتا ہے اور نہ دیا' تو وہ بھی ایمان واخلاص کی زندگی سے نکل گیا۔

احکام قطعیہ دفاع

غرضیکہ ''دفاع'' اسلام کے ان بنیادی حکموں میں سے ہے جن کو ایک مسلمان' مسلمان رہ کر کبھی ترک نہیں کر سکتا۔اگر ایک مسلمان کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان کی محبت باقی رہ گئی ہے تو اس کی طاقت سے باہر ہے کہ اللہ کی یہ صدائے حق سنے اور از سرتاپا کانپ نہ اٹھے۔

''مسلمانو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو تو تمہارے قدموں میں حرکت نہیں ہوتی اور زمین پر ڈھیر ہوئے جاتے ہو۔کیا تم نے آخرت چھوڑ کر صرف دنیا کی زندگی پر قناعت کر لی ہے؟ حالانکہ جس زندگی پر تم رجھے بیٹھے ہو وہ آخرت کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے۔'' (التوبہ:۳۸)

اور اسی بناء پر مسلمانوں پر فرض ٹھہرایا گیا ہے کہ اگر دنیا کے کسی ایک اسلامی حصہ پر غیر مسلم حملہ کریں اور وہاں کے مسلمان ان کے مقابلے کی کافی قوت نہ رکھتے ہوں یا بالکل مغلوب ومقہور ہو گئے ہوں تو تمام دوسرے حصص عالم کے مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان کی یاوری واعانت کے لئے اسی طرح اٹھ کھڑے ہوں جس طرح خود اپنی آبادیوں کی حفاظت کے لئے اٹھتے اور اپنی جان ومال سے اسی طرح مدد کریں جس طرح خود اپنے گھربار کی حفاظت کے لئے مدد کرتے۔

یہ نہ تو کوئی نیا مذہبی اجتہاد ہے نہ کوئی پولیٹکل فتویٰ' تمام دنیا کے مسلمان فقہ وقوانین کی جو کتابیں صدیوں سے پڑھتے پڑھاتے آتے ہیں ان سب میں یہ احکام موجود ہیں۔اسلامی دینیات کا کوئی طالب علم ایسا نہیں ملے گا جو ان حکموں سے بے خبر ہو۔اور ان سب کے اوپر مسلمانوں کی کتاب اللہ ہے جو اپنے ہر پارہ اور ہر سورۃ کے اندر اس حکم کا اعلان اور اس قانون کی پکار تیرہ صدیوں سے بلند کر رہی ہے۔ یہ (دفاع) فرض کفایہ نہیں بلکہ بالاتفاق مثل نماز اور روزہ کے ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ایک گروہ کے دفاع کرنے سے باقی مسلمان بری الذمہ نہیں ہو سکتے' جس طرح ایک گروہ کے نماز پڑھ لینے سے باقی مسلمانوں کے ذمہ نماز ساقط نہیں ہو جاتی۔

ابن ہمام اس کی شرح میں لکھتے ہیں ''فرض کفایہ کی صورت اس وقت تک ہے کہ نفیر کی حالت نہ ہو۔لیکن اگر مسلمانوں کے کسی شہر پر غیر مسلموں نے حملہ کر دیا تو اس

وقت جنگ کرنا ہر مسلمان فرد پر فرض عین ہوگا' خواہ جنگ کے لئے دعوت دینے والا عادل ہو یا فاسق۔ (فتح القدیر: ج۴' ص ۲۸) اور عنایہ میں ہے ''اگر نفیر عام کی حالت ہو تو پھر جہاد کرنا ان مسلمانوں پر فرض عین ہو جائے گا جو دشمن سے قریب ہوں اور اس پر قابو رکھتے ہوں۔ (مجموعہ فتح القدیر: جلد۴' ص ۲۸) موطا امام مالک میں ہے ''اگر کفار اپنے اپنے ملکوں میں ہیں اور مسلمانوں پر حملہ آور نہیں ہوئے ہیں تو اس حالت میں جہاد فرض کفایہ ہے۔ لیکن جب وہ ہمارے ملکوں کا قصد کریں اور امیر اسلام نفیر کا اعلان کرے تو پھر (دفاع) فرض عین ہو جائے گا''۔ اس نفیر کا جواب شاہ ولی اللہ نے موطا کی شرح میں دیا ہے کہ ''یہ ضروری نہیں کہ کوئی خاص شخص مسلمانوں کو یہ کہہ کر پکارے کہ آؤ جہاد کرو۔ مقصود یہ ہے کہ ایسی حالت پیدا ہو جائے جو مقتضائے نفیر ہے۔ پس جب غیر مسلموں نے اسلامی ملکوں کا قصد کیا اور مسلمانوں اور کافروں میں لڑائی شروع ہو گئی تو جہاد فرض ہو گیا۔ اور جب دشمنوں کی طاقت ان ممالک کے مسلمانوں سے زیادہ قوی ہوئی اور ان کی شکست کا خوف ہو تو یکے بعد دیگرے تمام مسلمانان عالم پر فرض ہو گیا (جہاد)' خواہ کوئی پکارے یا نہ پکارے۔ یہی حال تمام فرائض کا ہے۔ نماز کا وقت آ جائے تو خواہ مؤذن کی صدائے حی علی الصّلوٰۃ سنائی دے یا نہ دے' وقت کا آنا وجوب کے لئے کافی ہوتا ہے''۔ (مسوّیٰ: ج۲' ص ۱۳۹)

ترتیب وجوب دفاع

صورت اس کی یہ ہے کہ جب غیر مسلموں نے کسی اسلامی حکومت اور آبادی کا قصد کیا تو اس شہر کے تمام مسلمانوں پر بہ مجرد قصد اعداء دفاع فرض عین ہو گیا۔ باقی رہے دیگر ممالک کے مسلمان تو اگر زیر جنگ مقامات کے مسلمان دشمن کے مقابلے کے لئے کافی قوت نہیں رکھتے تو اس حالت میں یکے بعد دیگرے تمام دنیا کے مسلمانوں پر بھی دفاع فرض عین ہو جائے گا' بالکل اسی طرح جیسے نماز اور روزہ۔ مگر صورت اس کی یوں ہوگی کہ پہلے ان مقامات سے قریب تر مقامات کے مسلمانوں پر (جہاد) واجب ہوگا' پھر ان کے قریب تر پر' پھر ان سے قریب تر پر حتیٰ کہ مشرق و مغرب' جنوب وشمال تمام اکناف عالم کے مسلمانوں پر یکے بعد دیگرے فرضیت عائد ہو جائے گی۔

فتح القدیر میں ہے: ''اگر غیر مسلموں نے حملہ کیا تو پھر اس شہر کے تمام باشندوں پر دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہونا فرض عین ہو جائے گا اور اگر دشمن زیادہ طاقتور ہیں اور مقابلہ کے لئے وہاں کے مسلمان کافی نہیں ہیں تو جو مسلمان ان سے قریب ہوں گے' ان پر بھی فرض عین ہو جائے گا۔ اور اگر وہ بھی کافی نہیں یا انہوں نے سستی کی' یا دانستہ انکار کیا تو پھر ان تمام لوگوں پر جو ان سے قریب ہوں' یہ فرض عائد ہوگا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے اس کا وجوب منتقل ہوتا جائے گا حتیٰ کہ تمام مسلمانوں پر' مشرق میں ہوں یا مغرب میں' دفاع کے لئے اٹھ کھڑے ہونا فرض ہو جائے گا۔ (جلد ۴' صفحہ ۸۲)

اگر قیامت کا آنا حق ہے اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے تو مسلمانان عالم کے پاس اس وقت کیا جواب ہوگا جب قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تم کروڑوں کی تعداد میں زندہ و سلامت موجود تھے' تمہارے جسموں سے روح کھینچ نہیں لی گئی تھی' تمہاری قوتوں کو سلب نہیں کر لیا گیا تھا' تمہارے کان بہرے نہ تھے' نہ ہاتھ کٹے ہوئے اور پاؤں لنگڑے' پھر تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تمہارے سامنے تمہارے بھائیوں کی گردنوں پر دشمنوں کی تلواریں چل گئیں' وطن سے بے وطن اور گھر سے بے گھر ہو گئے' اسلام کی آبادیاں غیروں کے قبضہ و تسلط سے پامال ہو گئیں پر نہ تو تمہارے دلوں میں جنبش ہوئی نہ تمہارے قدموں میں حرکت ہوئی' نہ تمہاری آنکھوں سے محبت و ماتم کا ایک آنسو بخشا' اور نہ تمہارے خزانوں پر سے بخل و زر پرستی کے قفل ٹوٹے؟ تم نے چین اور آرام کے بستروں پر لیٹ کر بربادیٔ ملت اور پامالی اسلام کا یہ خونین تماشہ دیکھا اور اس بے درد تماشائی کی طرح بے حس و حرکت تکتے رہے جو سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر ڈوبتے ہوئے جہازوں اور بہتی ہوئی لاشوں کا نظارہ کر رہا ہو! ﴿اَرَضِیۡتُمۡ بِالۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا مِنَ الۡاٰخِرَۃِ' فَمَا مَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا اِلَّا قَلِیۡلٌ﴾ (التوبہ:۳۸)

انتخاب و تلخیص: ''مسئلہ خلافت'' از ابوالکلام آزاد

(مرسلہ: جاوید اسلام خان)

بقیہ: مکتوب شکاگو

اسلام'' دیکھنا چاہتی ہے۔ اس کے لئے وہ دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ ان کی اپنی افرادی قوت ہے' ذرائع ہیں' اسٹریٹیجیز ہیں' منصوبے ہیں اور سب سے بڑھ کر کاوشیں ہیں۔ دوسری طرف ہم وژن کی کمی' منصوبوں کی کمی اور اپنی شناخت کروانے کی عدم صلاحیت کے ساتھ ساتھ آپس کی فرقہ واریت کی بدولت ہر جانب سے پسپا ہو رہے ہیں۔ ہماری یہ کوتاہیاں اسلام کے دشمنوں کو صاف میدان مہیا کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ وہ ہمارے اندر گھس کر منافرت اور فرقہ واریت کے بیج بو رہے ہیں۔ ہماری طرف سے اٹھایا جانے والا چھوٹے سے چھوٹا قدم بھی دنیا بھر کے سامنے ایک بڑے ایشو کے طور پر لا رہے ہیں اور ہم ان ہی پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں۔ ہمارے نظامِ تعلیم ہی کو لے لیں' تقریباً تمام مسلمان ممالک میں نظامِ تعلیم اسلام مخالف طاقتوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کرپٹ' سیکولر طاقتیں بھلا کیونکر چاہیں گی کہ مسلمانوں کی نسلِ نو کے ہاتھوں دوبارہ احیائے اسلام ہو جائے! ہماری غفلتوں کے باعث آج ہمارے پاس امریکہ کے لئے کوئی ایسا وژن موجود نہیں ہے جو آئندہ آنے والے وقت کے لئے کافی ہو۔ ہمارے ''تھنک ٹینک'' نجانے کہاں ہیں اور ایسی لیڈر شپ بھی کہیں ڈھونڈے نہیں ملتی جو اس وقت ایک بلین سے زیادہ مسلم کمیونٹی کو' جس کے پاس ذرائع اور وسائل کی ہرگز کوئی کمی نہیں ہے' صحیح خطوط پر استوار کر سکے۔

اعلانِ داخلہ
بی اے سال اول
قرآن کالج
آف آرٹس اینڈ سائنس
پنجاب یونیورسٹی کے معین کردہ نصاب کی معیاری تدریس کے ساتھ ساتھ
- قرآن حکیم کے منتخب مقامات کا ترجمہ و تشریح
- کمپیوٹر کی لازمی تعلیم
- عربی گرامر کی تدریس کا خصوصی اہتمام
- داخلہ فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ 19 اکتوبر ہے
- انٹرویو ہفتہ 20 اکتوبر کو صبح 9 بجے ہوں گے
- 22 اکتوبر سے تدریس کا آغاز ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

نوٹ: ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

قرآن کالج 191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور فون: 5833637

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا!

اگرچہ اس تحریر کا موضوع افغانستان پر امریکی حملے سے بہت پہلے کا ہے' تاہم اس مضمون سے قارئین کو مغربی دنیا کی طالبان دشمنی اور ان کے خلاف حالیہ فوجی کارروائی کے اسباب سمجھنے میں مدد ملے گی (ادارہ)

رعنا ہاشم خان

۱۳ جولائی کے امریکی اخبارات نے ایک چھوٹی سی خبر شائع کی تھی کہ "طالبان نے افغانستان میں انٹرنیٹ کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے اور اب انٹرنیٹ کا استعمال صرف ملا محمد عمر مجاہد کے دفتر ہی میں ہو سکے گا۔" چونکہ امریکی میڈیا طالبان اور مسلمانوں کے خلاف خبروں کو بڑھا چڑھا کر اپنے پرنٹ اور الیکٹرانک ذرائع کے ذریعے دنیا بھر میں پہنچانے میں قطعاً دیر نہیں لگاتا لہٰذا طالبان کی انٹرنیٹ پر پابندی کی خبر بھی مسلسل کئی ہفتوں سے امریکی پریس میں گردش کر رہی ہے۔ اس خبر کی آڑ میں آج کل نئے سرے سے طالبان کو دنیا کی عجیب و غریب مخلوق کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ طالبان حکومت کے وزیر خارجہ جناب وکیل احمد متوکل کے مطابق طالبان انٹرنیٹ کے استعمال کے مخالف ہرگز نہیں ہیں لیکن اس کے ذریعے پھیلائی جانے والی فحاشی اور اسلام مخالف مواد کی روک تھام ضرور کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ طالبان ایک ایسا سسٹم تشکیل دینا چاہتے ہیں جو انٹرنیٹ کے ذریعے بھیجی گئی اور موصول ہونے والی خبروں اور معلومات کو کنٹرول کر سکے۔ اسرائیل اپنی سفاکانہ پالیسی کا دفاع یوں کرتا ہے کہ چونکہ فلسطینی بم چلا کر یا کبھی بندوق استعمال کر کے اسرائیل کے شہریوں کو ہلاک کرتے ہیں لہٰذا اسرائیل کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی تمام تر قوت استعمال کر کے اپنے شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کرے۔ لیکن اگر طالبان اپنے شہریوں کے جان و مال کے ساتھ ساتھ عزت و آبرو اور ایمان و عقائد کی حفاظت کے لئے کوئی قدم اٹھاتے ہیں تو فوراً ان پر نکتہ چینی شروع کر دی جاتی ہے اور ان کے خلاف مغرب کی میڈیا وار پھر سے چل پڑتی ہے۔ امریکی پریس میں لمبے لمبے کالم فوراً لکھنا شروع کر دیئے جاتے ہیں جن کے عنوان کچھ یوں ہوتے ہیں کہ "طالبان یا جاہلان" "طالبان کا ایک اور کارنامہ" یا "طالبان آخر چاہتے کیا ہیں؟" وغیرہ وغیرہ۔

امریکہ ساری دنیا میں سیکولر ڈیموکریسی نافذ کرنا چاہتا ہے

اور یہ کالم چونکہ امریکی اخبارات و جرائد میں لکھے جاتے ہیں لہٰذا دنیا بھر میں ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں اور یوں امریکی میڈیا اپنی اسلام مخالف مذموم کارروائیوں میں کامیاب ہوتا رہتا ہے۔ بوسنیا' افغانستان' کشمیر اور فلسطین میں شرپسند طاقتوں کے خون آشام رقص پر اقوام متحدہ کی بے بسی اور بے حسی اچھالنے کے بجائے یہ میڈیا "گونگا" بہرہ اور اندھا بننے کو ترجیح دیتا ہے۔ اقوام متحدہ جیسے ناکارہ ادارے' جو زیادہ سے زیادہ ایک عالمی کانفرنس کا ڈرامہ رچا لینے ہی کی صلاحیت رکھتا ہے' کی ناکامیوں پر تو یقیناً کئی کئی صفحات سیاہ کئے جا سکتے ہیں لیکن اس سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سائنس و ٹیکنالوجی میں امریکہ کا اتحادی بھارت اپنے ملک کے قدیم ترین فرسودہ نظام کو ختم کرنے میں آج بھی ناکام ہے لیکن اس ناکامی پر نہ کبھی امریکی قلم جنبش کرتے ہیں اور نہ ہی کبھی سی این این اور بی بی سی کے کیمرے حرکت میں آتے ہیں۔

جس طرح دوغلا پن' دورخی' دوہری پالیسی اور دوہرا معیار امریکہ کی سرشت میں شامل ہے بالکل اسی طرح مسلمان ممالک کے لئے "پابندی" ایسا لفظ ہے جس کی گردان امریکہ اٹھتے بیٹھتے کرتا رہتا ہے۔ یہ لفظ جہاں امریکہ کے لئے جائز ہے وہیں آزاد مسلمان ممالک میں اسلامی تعلیمات کے برخلاف کئے جانے والے کسی عمل پر

طالبان انٹرنیٹ کے ذریعے پھیلائی جانے والے فحاشی اور اسلام مخالف مواد کی روک تھام کرنا چاہتے ہیں

اگر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے تو فوراً امریکی عدالت میں طلبی ہو جاتی ہے۔ اب یہ پابندی معاشی ہو یا دفاعی' سماجی ہو یا معاشرتی امریکہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ نہ صرف افغانستان بلکہ دنیا میں کہیں بھی اسلام کو فروغ حاصل ہو سکے۔ امریکہ کی آنکھوں پر بندھی سودی معیشت کی زریں پٹی نے امریکہ کو یہ دیکھنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا ہے کہ جس افغانستان میں انٹرنیٹ پر پابندی لگائے جانے پر امریکہ اس قدر چیں بہ جبیں ہو رہا ہے اسی افغانستان میں امریکی پابندیوں نے کیسے کیسے ظلم ڈھائے ہیں۔

درحقیقت اسلام کو ختم کرنے اور سیکولرازم کو پروان چڑھانے کے ناپاک عزائم پوری شد و مد کے ساتھ جاری ہیں جس کے نتیجے میں آج دنیا کے مختلف علاقوں میں کہیں مسلمانوں پر مسجدیں بنانے پر' کہیں اسلامی اجتماعات پر' حتیٰ کہ خطبۂ جمعہ تک پر پابندی ہے۔ اسلام پر پابندی لگا کر امریکہ دنیا بھر کی قوموں کو صرف ایک چوائس دینا چاہتا ہے اور وہ ہے امریکہ کی سیکولر ڈیموکریسی یا سیکولر ڈکٹیٹر شپ کے آگے گھٹنے ٹیک دینا جس کا سارا کا سارا نفع امریکی کھاتے میں جائے گا۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کا بھی اپنا میڈیا ہے جس کے ذریعے مغربی میڈیا کو ترکی بہ ترکی جواب ملنا چاہئے لیکن ہم اپنے میڈیا کو مغربی اور ہندو تہذیب کے فروغ کے لئے تو انتہائی بے دردی کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں لیکن آج تک اتنا نہیں کر سکے کہ ہالی وڈ کی اسلام مخالف فلموں کے جواب میں کوئی حق و صداقت پر مبنی ڈرامہ

مسلمانوں کو اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات کے ذریعے جہالت اور تاریکی کو ختم کرنا چاہئے

ہی بنا دیتے۔ دستاویزی فلمیں بنا کر کم از کم اینٹ کا جواب پتھر ہی سے دے ڈالتے۔ اس وقت امریکی بلکہ تمام مغربی میڈیا کو مسلمانوں کی طرف سے جوابی کارروائی کی شدید ضرورت ہے۔ ہمارے ریڈیو اور ٹی وی شوز کو اسلام کی حقانیت پر مشتمل ہونا چاہئے۔ مغرب اسلام کے بارے میں جہالت کا شکار ہے اور چونکہ جہالت اور علمی تاریکی ہے لہٰذا ہم مسلمانوں کو اپنا ذاتی وژن بنا کر اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات کے ذریعے اس تاریکی کو دور کرنا ہے' جیسا کہ قرآن مجید کا قول ہے:

﴿وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ (الاسراء: ۸۱)

"اور کہہ دیں حق آیا اور باطل نابود ہو گیا، بیشک باطل ہے ہی مٹنے والا (نیست و نابود ہونے والا)"۔

بے شک اس وقت باطل ہی کا غلبہ ہے لیکن غلبۂ حق کی نوید بھی تو موجود ہے۔ آج باطل کی آنکھ دنیا کو "فری آف

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

contradicted by the most basic principle of nature: Man has a mind and he has a will and, though it can be temporarily thwarted, it cannot be killed. There are examples throughout history to substantiate this principle. Though a despot may have occupied the seat of power in Rome or Moscow, and though he may have imposed his absolute will and reign on his subjects, they too had a mind, and a desire for freedom that no amount of force could kill. If Israel could not suppress the Palestinians in the last 50 years with the full-scale assistance of the US, how could the US do so in all the Muslim countries with the assistance of a few allies and handpicked dictators? To avoid the imminent downfall, the US has to respect aspiration of freedom and independence of the Muslims around the world. For us freedom and independence are not "certain evil" or questionable goods. They must be considered as sacred duties as the "civilised" US owe to the independence and nationality of its allies and Israel.

4 : The grand misconception that the Muslims opposing the US policies are a "fundamentalist minority," has finally become one of the main delusions of the US. It is believed that the simmering rage in Muslim societies would be controlled by forcing a few dictators to use their armies, nurtured at the cost of almost 80% of the national resources, against the minority of "extremists." It is claimed that the "religious extremists" are only 15% of the population and that the middle class, the upper middle class and the upper class are pro-America. In the case of Pakistan, for instance, the "upper" and upper middle classes are about 10-15% of the population, about equal in numbers to the presumed "15% religious extremists." It leaves about 70% of the masses that the dictators claim to be trying to win over. Irrespective of such statistics, at least, 60% of the population believes the US policies are anti-Islam. The difference is that everyone does take to the streets to protest and burn American flags.

Muslims in the West, unfortunately, have either been brainwashed or have no option but to prove their loyalty to avoid any backlash from the western fundamentalists. Muslims are now an integral presence in Western society. There are more than seven million Muslims in North America and more than double that number in Europe. How can one imagine Muslims sitting in the US or Europe criticising the US policies as unjust when there are demands to crackdown on al-Jazeera and western analysts like Noam Chomsky and Robert Fisk are labelled as traitors? No wonder many of them are trying "valiantly" to distance themselves from the issues related to Islam.

5 : As far the renewed focus on propaganda is concerned, no amount of misinformation can ever erase a single incident of Israeli or American atrocities from our memories. No matter how much BBC or CNN may twist the facts, the images of Judo-American terrorism would remain as fresh in our memories as the images of the falling Towers would remain in the US memory. The time when propaganda could make a difference has long passed. Now, the Quran holding images of Bush and Quran quoting statements of Blair are not enough to erase their guilt of starving 500,000 Iraqi babies to death and sponsoring Israeli terrorism to the end. A person born in Islam and dying for Islam would certainly understand Islam far better than Toney Blair who is trying to find the Quranic verses that suit his message.

We usually do not quote Quran to those who do not believe in it, but to the Islam-teaching Tony Blair and Bush must remember that Jihad against aggression and occupation of the Arab lands is as valid as it was against the Soviet invasion of Afghanistan. Quran instructs for tolerance and peace but also grants permission to fight: "Permission (to fight) is given to those upon whom war is made because they are oppressed, and most surely Allah is well able to assist them,"(Chapter 22, verse 39). Clear orders for fight against oppression are there in 2:190-191, 2:216, 4:74-76,9:29-30, 9:123, 22:39, and 61:4.

No amount of propaganda can ever prove that Palestinians, Kashmiris, Chechens, Egyptians and Algerians are not oppressed, or that the war on Afghanistan was not pre-planned to neutralise the Islamic threat. If no moral cause can justify terrorism against the US, so can no circuitous argument justify counter terrorism by the US or continued occupation and terrorism by the Israeli government. Why should Palestinians be pushed into unending cycles of futile negotiations if there can be no negotiations with other terrorists and aggressors? If time for negotiations can run out within days for the Taliban and punishment of Iraqi aggression can continue beyond eleven years, why should not time run out for Israel or why should it not get punished for its congenital terrorism. These and other such question would go down unanswered with perhaps the last savage Empire of human history.

Concluded

○ تصوف کے چشمۂ صافی کو کیسے ایک جوہڑ بنا دیا گیا؟
○ ارباب تصوف روافض اور سبائیوں کی دسیسہ کاریوں سے کیوں آگاہ نہ ہو سکے؟
○ تصوف کے اصول ومبادی کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھنا کیوں چھوڑ دیا گیا؟
○ خانقاہیں ایزد پرستی کی درس گاہوں کے بجائے شخصیت پرستی کا مرکز کیسے بن گئیں؟

ان سب سوالوں کے جواب اور تصوف کی تاریخ کے حقیقت پسندانہ اور بے لاگ تجزیے کے لئے

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم کی معرکۃ الآرا کتاب

"اسلامی تصوف میں
غیر اسلامی نظریات کی آمیزش"

صفحات:124 قیمت:-/48

ملنے کا پتہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' 36کے ماڈل ٹاؤن لاہور

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@psh.paknet.com.pk)

Final delusions of a dying savage

Many Empires, beginning perhaps with Sumer and continuing with Egypt, Medo Persia, Greece, Rome, Spain, the UK and USSR, have come and gone. Interestingly, however, life transcends revolutions and collapse and continues on - by design - run by a set of unchangeable, inviolable principles and some immutable rules that govern the Universe. There are no exceptions and those who have kicked and fought, attempting to create their own set of principles have failed and been destroyed. Enter now the Empire of the United States of American - a perfect global dictatorship in full operation.

Under the new global dictatorship, truth has become "hate speech" and exposing the facts "anti-Americanism." The post-September 11 world makes it almost impossible to speak for justice, civilization and freedom in terms that do not accrue to the American perceptions. The US has given itself an internationalised identity with authority and hegemony to adjudicate the relative values of freedom, justice and peace. Anyone who disputes its hierarchy and methods, exposes its injustices, elucidates what its latest missions have hidden, to pronounce what it has silenced or rendered unpronounceable, is a terrorist or sponsor of terrorism. It is interesting to note that Empires, at the peak of their authority, have always deluded themselves into believing that they will rule forever, and they have always imposed their ideas, ideals, and values on the rest of the world.

A cool analysis reveals that the US is afflicted with the following delusions:

1. Critics of American policies are traitors and terrorists,representing the evil.
2. Nothing would change the US policy.
3. The US military might is an ultimate key to solving all problems.
4. Islamic opposition can either be silenced by sub-dictators or eradicated under the ruse of combating terrorism.
5. An increased propaganda would help US combat anti-Americanism.

1:Countless editorials and political statements from the US are adding to the vocabulary of good and evil, each use of which is plainly designed not to edify but to inflame the reader's indignant passion as a member of the righteous "West," and what they need to do with "evil." The self-appointed combatants in the American war against its haters, despoilers, destroyers, give scant attention to complex histories that defy such reductiveness and have seeped from one territory into another, in the process overriding the boundaries that are supposed to separate us all into "good" and "evil" armed camps.

Such labels mislead and confuse the mind, which is trying to make sense of the unclear US objectives, the spectre of terrorism and counter-terrorism that won't be pigeonholed or strapped down as easily as all that. How finally delusional and fatal are these labels of civilisational superiority? At some level, in the near future, primitive passions and sophisticated know-how would converge in ways that would give the lie to a fortified boundary not only between "good" and "evil" but also between past and present, us and them, to say nothing of the very concepts of Islam and the West about which there is unending disagreement and debate.

The US approach to draw lines in the sand, to undertake crusades, to oppose our "evil" with its "good," to extirpate terrorism and to endlessly attack and end nations entirely, doesn't make the supposed spectre any easier to haunt; rather, it speaks to how much simpler it is to make bellicose statements for the purpose of mobilizing collective passions in favour of deploying troops and silencing critics anywhere in the world than to reflect, examine, and sort out what it is the US dealing with in reality and somehow put a graceful face on the inevitable fall from the super power status.

2 : Instead, Bush and Powell repeatedly declare: "we won't let terrorism dictate our policy." It simply means, the US policy would never change because the changes the "terrorists" look forward to are the same that are repeatedly stressed by the intellectuals in their treatises; writers in their columns and books; common people in their street protests; and laymen in their burning of American flags. It's all the same. Every one demands the US change its interventionist approach and careless attitude towards the plight of the oppressed in his own style. Declaring that the US policy would not change simply amounts to saying, it would continue state terrorism and support Israel's as well.

The most pressing demands are: withdrawal of the US troops from Saudi Arabia; establishment of an independent Palestinian state with liberation of Al Aqsa from Jewish occupation, lifting embargo on Iraq, and resolving the issues of Kashmir and Chechnya on the principles of justice and fairness. The fact is, Israel's continued occupation and the US support of its terrorism could lead to the final world war in the near future. It is foolish to keep denying it. With a just resolution of the Palestinian issue, the issue of American troops in Arabia and sanctions on Iraq would dissolve because they are in place only to protect Israel. Everyone knows Iraq does not have any nukes and if it had bio-chemical weapons it would only use them if threatened by Israel's nukes.

Unfortunately, the US is not even ready to hear why it is hated. A ten million dollars cheque was returned as an eye opener to the Saudi Prince for his faint criticism of the US policies in the Middle East. The final delusions forces the US to remain defiant and claim: "Mere changes in policy won't placate the terrorists - it's America itself that the terrorists envy and hate - our freedom, our power, our prosperity." Ignoring the real causes of terrorism would leave the US with failed diplomacy, ruined economy, and a shattered myth of its might after its failed efforts to bring nameless "terrorists" and impoverished but determined nations to heel.

3: Like all the previous empires, the US delusion that its military might is a key to resolve any problem is

Vol : 10 Regd. CPLNo. 127 No. 39

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

محاضرات

''میثاق مدینہ'' اور ''صلح حدیبیہ''

کے موضوع پر عالم اسلام کے نامور سکالر ڈاکٹر سید سلمان ندوی کے دو لیکچرز

مرکزی انجمن خدام القرآن' لاہور نے ۱۰ اور ۱۱ اکتوبر کو قرآن آڈیٹوریم' گارڈن ٹاؤن میں دو اہم موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام کیا۔ ان دونوں لیکچرز کے مقرر مورخ اسلام اور محقق سیرت النبیؐ علامہ سید سلیمان ندوی کے فرزند اور یونیورسٹی آف ڈربن' جنوبی افریقہ کے پروفیسر جناب ڈاکٹر سید سلمان ندوی تھے۔ صدارت کے فرائض ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل جناب ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری نے انجام دیئے۔ پہلے دن کے لیکچر کا موضوع ''میثاق مدینہ'' جبکہ دوسرے دن کا ''صلح حدیبیہ'' تھا۔ یہ دونوں لیکچرز انگریزی زبان میں ہوئے۔

اپنے پہلے لیکچر میں ڈاکٹر سید سلمان ندوی نے کہا کہ کسی اسلامی ریاست میں مسلم اور غیر مسلم کے حقوق الگ الگ ہوتے ہیں اور یہ کہنا غلط ہے کہ اسلامی ریاست میں سب کے حقوق برابر ہیں خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ انہوں نے کہا کہ ''میثاق مدینہ'' قریش کے خلاف مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک معاہدہ تھا جس کی رو سے مدینہ پر حملے کی صورت میں مسلمانوں اور یہودیوں کو مل کر اس کا دفاع کرنا تھا۔ لیکن یہودیوں نے اس وقت بھی مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور معاہدے کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے۔ فاضل مقرر نے کہا کہ بعض لوگ اس معاہدے میں استعمال کئے جانے والے لفظ ''امت'' سے من گھڑت مطلب نکال کر سیکولر ازم کے لئے جواز فراہم کرتے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان نے ایک اسلامی ملک پر حملے کے لئے غیر مسلموں سے معاہدہ کیا ہے جو کہ غلط ہے اور اس کے لئے پرویز مشرف نے جو مثالیں دی ہیں وہ کسی بھی طریقے سے برمحل نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہودیوں پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ انہوں نے ہمیشہ دھوکہ دیا ہے اور یہ بات حدیث میں بھی بیان کی گئی ہے۔ پروگرام کے آخر میں صدر مجلس نے بھی اس موضوع کے اہم نکات پر روشنی ڈالی۔

دوسرے دن ''صلح حدیبیہ'' کے موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے جناب سلمان ندوی نے کہا کہ یہ صلح اگرچہ بظاہر قریش سے دب کر کی گئی تھی لیکن یہ حضور ﷺ کی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اس صلح کو ''فتح مبین'' قرار دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ صلح اس لئے کی تھی کہ یہودی قبائل کی سازشی ذہنیت کے باعث آپؐ اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے کہ یہ مسلمانوں کے لئے آئندہ بہت بڑا خطرہ ثابت ہوں گے اور قریش جوان کے فطری اتحادی ہیں' وہ مسلمانوں کے خلاف کسی بھی کارروائی میں ان کے مددگار ہوں گے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ پر اس لئے آمادگی ظاہر کی کہ قریش مستقبل میں یہودیوں کے معاملے میں غیر جانبدار رہیں۔ چنانچہ اس صلح کے فوراً بعد نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کے خلاف فوجی مہم بھیجی اور خیبر کا علاقہ فتح ہو گیا۔

اس صلح کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ قریش نے مسلمانوں کو اپنے بعد سرزمین عرب کی دوسری بڑی قوت کے طور پر تسلیم کر لیا جبکہ اس سے پہلے وہ مسلمانوں کی کوئی حیثیت تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ تاہم صلح حدیبیہ سے یہ استدلال کرنا کہ مسلمانوں کو بہرصورت کفار سے پرامن رویہ اختیار رکھنا ضروری ہے' درست نہیں کیونکہ دو سال بعد جب کفار مکہ نے صلح حدیبیہ توڑ دی تو ابوسفیان کی پوری خواہش کے باوجود آپؐ نے اس صلح کی تجدید نہ کی۔

ڈاکٹر سلمان ندوی نے کہا کہ امریکہ اور اس کے غیر مسلم اتحادیوں کی افغانستان اور عالم اسلام کے خلاف حالیہ کارروائی میں غیروں سے زیادہ اپنوں کا قصور ہے۔ اگر مسلم ممالک موجودہ صورتحال پر متفق ہو کر کوئی مشترکہ لائحہ عمل اپناتے تو امریکہ کو افغانستان پر شب خون مارنے کی کبھی جرات نہ ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ عالم کفر کی یہ ہمدردی ناقابل فہم ہے کہ ایک طرف وہ نہتے افغانوں کو قتل کر رہا ہے اور دوسری طرف ان کی امداد کا ڈھونگ بھی رچا رہا ہے۔ اگر پرویز مشرف امریکہ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کے بجائے مسلم ممالک سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرتے تو آج صورت حال مختلف ہوتی۔

معروف دانشور ظفر اسحاق انصاری نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا کہ صلح حدیبیہ کی دفعات اگرچہ بظاہر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نظر آ رہی تھیں لیکن ان کے نتائج اہل اسلام کے حق میں نکلے۔ اسی صلح کے باعث مکہ میں مسلمانوں کے خلاف موجود مخالفت کی فضا ختم ہوئی اور انہیں سوچنے کا موقع ملا کہ مسلمان ایک عادلانہ اور منصفانہ نظام زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس صلح کے صرف دو سال بعد مکہ بغیر کسی مزاحمت کے فتح ہو گیا۔ (مرتب: فرقان دانش خان)

پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ

افغانستان کی طالبان حکومت

کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں
جبکہ حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ:

اگرچہ حالات کے جبر کے باعث تا حال افغانستان عہد حاضر کے تقاضوں کے مطابق ''مثالی اسلامی ریاست'' تو نہیں بن سکا ہے تاہم حکومتِ طالبان ایک ''خالص اسلامی حکومت'' کی کم از کم شرائط کو بہرحال پورا کرتی ہے

لہٰذا

اس کی حفاظت اور استحکام کے لئے ہر نوع کی عملی' مالی اور اخلاقی مدد ہر صاحب ایمان کے ایمان کا لازمی تقاضا اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے حکم میں ہے!

اگر اس وقت مسلمانانِ پاکستان نے برادر اسلامی ملک افغانستان کا ساتھ نہ دیا تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی سزا کے طور پر اللہ کا غضب ہم پر نازل ہو جائے تا آنکہ ع ''تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں!'' والی صورت پیدا ہو جائے اعاذنا اللہ من ذالک!

خاکسار **اسرار احمد** امیر تنظیم اسلامی